جلد 20 شمارہ 4 ماہ اپریل 2018ء رجب/شعبان 1439ھ

خصوصی شمارہ

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا

محبت

اللہ

صداقت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب **محمد یعقوب توحیدی**
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر	احمد رضا خان 0321-6400942
معاون مدیر	خالد محمود بخاری 0300-7374750
نائب مدیر	سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: **فهد محمود ، محمد ریاض**

شیخ سلسلہ ومدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس خصوصی شمارے میں

سالانہ خطبہ زادِ راہ

جناب قبلہ محمد یعقوب صاحب

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

حکمت (تصوف) از تعمیر ملت

(بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

روحانی قوت اور اصلاح قلوب

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِنَامُحَمَّد خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَرَحْمَۃُ اِلّلعٰلَمِیْنَ.والسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرانِ سلسلہ عالیہ توحیدیہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ!

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ایک سال ہمیں صحت جیسی انمول دولت کے ساتھ ساتھ ہرطرح سے اپنی نعمتوں سے نوازا اور آج پھر پورے ایک سال کے بعد آپس میں مل بیٹھنے کا موقع عطا فرمایا۔ آج کے دور میں انسان کسی نہ کسی طور پر مصروف ہے، آپ نے بہت سی مصروفیات کو ترک کر کے اس مبارک ومسعود کنونشن میں تشریف لا کر، اجتماع کے حسن کو دوبالا کر دیا اور ہمارے حوصلوں کو زندگی اور عزائم کو تازگی بخشی ۔ ہمارے دلوں میں خوشی ومسرت کے جذبات موجزن ہیں۔سلسلہ توحیدیہ کا اجتماع کوئی دنیاوی اجتماع یعنی کاروباری یا سیاسی نہیں ، بلکہ یہ تو محض اللہ کی یاد، اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔یہاں حقائق ایمان کا دور چلتا ہے، روح پرور ماحول میں قرآنی و نبوی مباحث اور آخرت کے تذکرے ہوتے ہیں، جو قلوب کے اندر اللہ کی محبت کا ایک سیلاب لے آتے ہیں، جس سے قلوب میں اللہ کی تسبیح، حمد وتعریف ، ذکر وشکر اور

حسنِ عبادت کی کیفیات موجزن ہو جاتی ہیں، عبادت میں دلجمعی آتی ہے۔یقین میں ایک وثوق اور ہمتوں کو ایک نئی مہمیز ملتی ہے۔اس میں شریک سب بھائی ایک دوسرے کو پریم و پیار بانٹتے ہیں اور پورے خلوص و پیار سے اپنے اعلیٰ خیالات وآراء سے نوازتے ہیں۔

اس لیے ہم سب کو یہاں آنے پر اور اس عظیم اور لاثانی اجتماع میں شریک ہونے پر اللہ کا شکر گزار رہنا چاہیے۔ہمیں اپنے ان بھائیوں کو جو کسی وجہ سے اجتماع میں شریک نہیں ہو سکے اپنی دعاؤں میں ضرور یاد کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی نعمتوں سے مالا مال کرے اور ان کو ان کی مشکلات سے نجات دے جن کی وجہ سے وہ آج یہاں موجود نہیں۔

بھائیو! دنیا میں خوشی اور غم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔گزشتہ سال کے دوران ہمارے کئی بھائی اور پیارے بھائیوں کے بھی کئی پیارے ہمیں چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔یہاں سب کو فرداً فرداً یاد کرنا محض باعث طوالت ہوگا۔ آیئے! ہم سب مل کر اپنے تمام مرحومین کی مغفرت کے لیے اپنے ربِّ کریم سے دعا کرتے ہیں۔

برادرانِ سلسلہ! اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جس چیز یا کام کی اہمیت اجاگر کرنا یا اس کی تاکید مقصود ہوتی ہے تو اس کی تکرار کی جاتی ہے۔تاکہ انسانوں کے دلوں میں اس کی اہمیت بیٹھ جائے مثال کے طور پر نماز کی فرضیت کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ کوئی سات سو سے زائد بار اس کے احکامات اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے متعدد بار قرآن حکیم میں مومنین کو اپنا ذکر کرنے کی تلقین فرمائی ہے تاکہ انسان اپنے خالق و مالک اور معبود برحق سے کسی لمحہ بھی غافل نہ ہونے پائے۔

کائنات پرغوروفکراور تدبر کی اہمیت کے پیشِ نظر اللہ ربّ العزت نے نماز کے متعلق سات سو احکامات سے زائد بار انسان کو دعوت فکر دی ہے کہ میری کائنات میں بکھری نشانیوں پرغوروفکرکرتا کہ انسان کائنات کی تخلیق کے رازوں کو سمجھ کر اپنے ربّ کی کبریائی و عظمت سے آشنا ہو سکے۔

برادران سلسلہ! یاد دہانی کے طور پر میں آپ بھائیوں کے سامنے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے معرض وجود میں آنے کے مقاصد گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کیونکہ جب تک کسی گروہ، کسی جماعت، یا کسی قوم پر ان کی منزل اوران کے مقاصد واضح نہ ہوں تب تک وہ جماعت، وہ گروہ یا وہ قوم اپنے مقاصد کو حاصل نہیں کرسکتی۔منزل کا تعین انسانی کوشش کی پہلی کڑی ہوتی ہے۔اس لیے بحیثیت سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے ایک فعال رکن اور بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے سپاہی کے ہمیں اپنے فرائض اوراپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح اپنے دل و دماغ میں بٹھالینا چاہیے۔یادرکھیے! ہم سب نے اپنے مرشد کو گواہ بنا کر اپنے اللہ سے وعدہ کیاہوا ہے،اس لیےاپنے مالک ومولا سے کیاہواوہ عہد ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے

برادران سلسلہ! یہ بات خوب ذہن میں بٹھالیجیے کہ آپ ہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی اصلاح وفلاح کے لیے انتخاب کیا ہے۔ ہمارا معاشرہ کس ڈگر پر جارہا ہے ہم سب پر عیاں ہے۔آج دین سے بے رغبتی اورلاپرواہی عام ہے۔اسلام سے دوری روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔کفاراور ہمارا نام نہاد میڈیا ہمیں اللہ کی بندگی سے روکنے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگارہے ہیں۔ہمارا دین دار طبقہ اپنی توانائیاں اورصلاحیتیں فرقہ پرستی کو ہوا دینے میں صرف کررہا ہے۔مسلمانوں کے اخلاق وکردار کی اصلاح اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود، جو ان کا بنیادی فریضہ تھا، جس کے ذریعے سے قوم کو متحد کر سکتے تھے،

اس کو یکسر بھلا دیا ہے اور اپنی لیڈری چمکانے کے لیے فرقہ پرستی کو ابھارا جا رہا ہے۔ خانقاہوں پر پیر پرستی اور شخصیت پرستی کے سوا کچھ باقی نہیں! بلکہ خانقاہیں مخلوق اور خالق کے درمیان خود ایک بت بن کر رہ گئی ہیں۔ظلمت و تاریکی کے اس دور میں قبلہ انصاری صاحبؒ نے ایک شمع روشن کی تا کہ انسان کے سامنے اس کی منزل جو غیر واضح اور مبہم ہو چکی تھی واضح ہو جائے اور انسان واقعی اپنے ربّ کا بندہ بن جائے۔

سلسلہ توحیدیہ، پیری مریدی کا روایتی سلسلہ نہیں ہے۔یہاں عمل پہلی شرط ہے۔ اس لیے سلسلہ توحیدیہ کا سلوک طے کرنے کیلئے سب سے پہلے ارکان اسلام کی پابندی کرنا بہت ضروری ہے یہ ہماری بنیاد ہیں۔سب سے پہلے ہمیں ایک اچھا مسلمان بننا ہوتا ہے اور وہ سارے اوصاف اپنے اندر پیدا کرنے ہوتے ہیں جو ایک اچھا مسلمان بننے کے لیے ضروری ہیں۔مثلاً نماز وقت کی پابندی کے ساتھ ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے جس کو کسی صورت ترک نہیں کیا جا سکتا، نماز ہمارے پیارے نبی ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور آپ ﷺ نے نماز کو ہی مومن کی معراج قرار دیا ہے۔نماز ہی مومن اور اس کے ربّ کے درمیان تعلق کا مضبوط ذریعہ ہے۔نماز برائیوں سے بچانے والی اور نیکی کی طرف رغبت دلانے والی ہے۔مسلمان کسی بھی حالت میں نماز ترک نہیں کر سکتا تو ایک سالک تو اسے ترک کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر سال میں ایک ماہ کے روزے فرض کیے ہیں۔روزہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان تعلق کا ذریعہ بنتا ہے۔کیونکہ روزہ دار محض اپنے ربّ کی رضا کے لیے اپنی جائز خواہشات کی قربانی دیتا ہے۔ روزہ سے مومن میں اللہ کی بندگی کا جذبہ فروغ پاتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے ۔ جس کی ایک شکل زکوٰۃ ہے جو ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے کہ ہر سال اپنے مال میں سے اڑھائی فیصد حقداروں کو دینا ہوتا ہے اس کے علاوہ جذبہ ایثار سے کام لیتے ہوئے اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت کرنا بہت بڑی نیکی ہے ۔

اسی طرح اللہ کے گھر کی حاضری یعنی بیت اللہ شریف کا حج بھی ہر اس مومن پر زندگی میں ایک مرتبہ ادا کرنا فرض ہے جو استطاعت رکھتا ہو جہاں ساری دنیا کے مسلمان رنگ و نسل اور زبان و وطن کے امتیاز سے بالاتر ہو کر اپنے رب کے حضور پیش ہوتے ہیں ۔ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو استطاعت و طاقت رکھتے ہوئے بھی حج نہ کرے مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ۔اس کے علاوہ ہمارے ہاتھ اور زبان سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف یا رنج نہیں پہنچنا چاہیے ۔دوسروں کے ساتھ بھلائی ہی ہمارا وطیرہ ہونا چاہیے ۔

برادران سلسلہ! یہ ساری تمہید آپ کے سامنے گوش گزار کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں شمولیت اختیار کر کے اللہ کے مقرب اور محبوب بندہ بننے کا جو سفر شروع کیا ہے وہ اس وقت تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا جب تک ہم اوپر بیان کی گئی باتوں کو یقینی بنا کر مضبوط بنیاد نہ فراہم کر لیں ۔جتنی یہ بنیاد پختہ اور مضبوط ہو گی اتنی ہی آپ کی اگلی منزل آسان ہو گی ۔سلسلہ توحیدیہ میں شمولیت کا مقصد اللہ کا مقرب بننا بعد میں ہے ،ایک اچھا مسلمان بننا پہلے ہے کیونکہ اگر آپ ایک اچھے مسلمان ہیں ،قرآن میں بیان کیے گئے احکامات پر عمل پیرا ہیں اور منکرات سے بچتے ہیں تو آپ اللہ کے فضل سے جنت میں چلے جائیں گے اور جنت کا حصول بذات خود بہت بڑی کامیابی ہے ۔

ایک اچھا مسلمان بننے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگے بڑھنے کا شوق اور طلب عطا فرمائی ہے تو پھر استاد کی خدمات حاصل کرنا اور اعمال کے لیے سلیبس پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ یوں سالک اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے اور ایمان کے مدارج طے کرتے ہوئے بندہ مومن اللہ کے قرب اور درجہ احسان کی طرف سفر شروع کرتا ہے ۔جس طرح ایک طالب علم ایک کلاس میں کچھ مخصوص سلیبس پڑھتا ہے تو جب اگلی جماعت میں پروموٹ ہوتا ہے تو سابقہ کلاس کا سلیبس نہیں بلکہ نیا سلیبس پڑھتا ہے تاکہ وہ اس نئے درجہ کا علم حاصل کرسکے ۔اسی طرح اللہ کا قرب اور درجہ احسان کے حصول کے لیے سالکین راہ خدا کا نئے سلیبس سے واسطہ پڑتا ہے ۔جس میں سب سے پہلے اور سب سے اہم کثرت ذکر اور تزکیہ اخلاق ہے سالک راہ خدا کو اپنے دل میں ہمہ وقت اپنے رب کی محبت کی شمع جلائے رکھنا ہوتا ہے اور اس شمع کو جو تیل روشن رکھتا ہے وہ اللہ کی یاد ہے، اللہ کی شدید محبت ہے ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَاداً يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُواْ أَشَدُّ حُبّاً لِّلَّهِ ﴾

ترجمہ : "اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر خدا کو اللہ کا شریک بناتے ہیں اور ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں ۔اور جو صاحب ایمان ہیں ان کی تو شدید محبت اللہ ہی سے ہوتی ہے"۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان جس سے محبت کرے ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی یاد سے غافل ہو جائے ۔اس کا تصور اس کے دل و دماغ سے اوجھل ہو جائے ۔ اللہ تعالیٰ ذکر کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْراً كَثِيْراً ○وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيْلاً ○هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْماً ○

ترجمہ: " اے اہلِ ایمان! اللہ کا بہت ذکر کیا کرو اور صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔ وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں۔ اور اللہ مومنین پر بڑا مہربان ہے"۔

یہ ذاکرینِ خدا کے لیے اللہ کا انعام ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی ان پر درود بھیجتے ہیں۔ ایک اور مقام پر اللہ اپنی یاد کی غفلت سے بچنے اور ہمہ وقت اپنی یاد میں محو رہنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيْفَةً وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِيْنَ

ترجمہ : " اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ آواز نکالے بغیر صبح و شام یاد کرو اور غافلوں میں سے نہ ہونا"۔

بس اتنا ذہن میں رکھیں کہ قرآن میں صرف ذکر کے بارے میں ہی کہا گیا ہے کہ کثرت سے کرو کسی اور کام کو کثرت سے کرنے کا حکم نہیں دیا۔ سالکین راہ خدا کا تو مذہب ہی یہ ہے کہ جو سانس اپنے رب کی یاد کے بغیر گزرا وہ تو کفر میں گزرا۔

جو دم غافل سو دم کافر　　　سانوں ایہہ مرشد پڑھایا ہو

برادران سلسلہ! اس کے لیے ہمیں جو تعلیم بانی سلسلہ نے دی ہے وہی ہے کہ ہم نے قرآن وسنت کے اندر رہ کر سلوک طے کرنا ہے یعنی اللہ کے حکم کے مطابق۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ : " اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں محبوب رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

اگر ہم چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سے پیار کریں تو ہمیں حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرنا ہوگی اس سے ہم اللہ کے محبّ بن جائیں گے غرض ہمارا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور حضور اکرم ﷺ کی اتباع اور پیروی میں گزرنا چاہیے

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

ایک سالک صرف عبادات پر ہی زور نہیں دیتا بلکہ تزکیہ اخلاق اور تزکیہ نفس پر بھی بہت محنت کرنا پڑتی ہے ۔خود حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے اور یہ کہ قیامت میں میزان پر سب سے بھاری چیز اخلاق ہوں گے ۔اس لیے سالکین راہ خدا کو اپنے اخلاق، اخلاق محمدی ﷺ کے تابع کرنے پڑتے ہیں ۔اس لیے بانی سلسلہ نے طریقت توحیدیہ اور اپنی دوسری تصانیف میں تفصیلاً فرمادیا ہے کہ تزکیہ اخلاق کے بغیر انسان ولی الشیطان تو بن سکتا ہے، ولی الرحمٰن نہیں بن سکتا ۔اور جیسا کہ ہم اس اعلیٰ تعلیم پر عمل شروع کرنے سے پہلے ایک اچھا مسلمان بننے پر زور دیتے ہیں ۔لہٰذا اگر ہم سلسلہ کی تعلیم پر پورے خلوص، طلب اور محنت سے عمل شروع کریں تو اس کے نتائج اللہ کے فضل و کرم سے بہت جلد سامنے آتے ہیں ۔ایک سالک با عمل کو دلی سکون اور عبادت میں حلاوت میسر آجاتی ہے ۔اللہ کے ساتھ حضوری کا احساس پیدا ہوجاتا ہے ۔جس سے انسان خود بخود

برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ پیارومحبت سے اس دنیا کو اپنے لیے جنت کا نمونہ بنا دیتا ہے۔ اپنی ایمان داری، وعدے کا پاس رکھنے، سچ کہنے اور پیار کرنے کے ذرائع سے اپنے آپ کو ایک مخلص اور پیارا آدمی ثابت کر دیتا ہے۔ایک قابل اعتماد انسان بن کر دنیا میں رہنا ہی ایک مسلمان کی شان ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت سے پہلے پورے مشرک معاشرے میں اپنے آپ کو صادق اور امین ثابت کر دیا تھا۔چنانچہ آپ ﷺ کے جانی دشمن بھی یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے کہ آپ ﷺ نے سچ کے علاوہ اور بھی کچھ کہا ہے۔ جانی دشمن ہونے کے باوجود لوگ اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھتے تھے۔تو ایسی ہی باتوں اور ایسے ہی اخلاق کا تقاضا ہر سالک کے کردار سے واضح ہونا چاہیے۔

میرے عزیز بھائیو! یہ پوری زندگی انتھک سلیبس ہے اس پر عمل بہر حال پوری زندگی کرنا پڑتا ہے۔اور بقول بانی سلسلہ ''اگر مرتے وقت اللہ یاد رہا تو سمجھیں پوری زندگی کامیاب رہی ورنہ بے کار''۔

اصل کام جو ہمارے لیے بانی سلسلہ نے دیا ہے اصلاح معاشرہ ہے بانی سلسلہؒ نے فرمایا ایک عارف اپنے طور پر چاہے جتنا بڑا ولی کیوں نہ ہو اگر اس نے اپنی زندگی میں امت کے لیے کچھ نہ کیا تو امت کے لیے وہ بیکار محض ہے اور جو کچھ بھی ہے صرف اپنے لیے ہے۔ اس لیے آپؒ نے ہمارے لیے تصوف صحوی کا انتخاب کیا اور اصلاح معاشرہ کی ڈیوٹی لگائی یعنی جو کچھ آپ اپنے لیے اچھا سمجھتے ہیں وہ دوسروں کے لیے بھی اچھا سمجھیں۔اس لیے جو اچھائی آپ خود کرتے ہیں اس کی تلقین دوسروں کو بھی کریں اس لیے آپ کو کوئی لمبی چوڑی تعلیمی تیاری کی ضرورت نہیں ہے۔صرف اپنے اوپر اعتماد اپنی تعلیم کی سچائی پر یقین ہونا ضروری ہے۔اگر آپ کو اپنے اوپر اعتماد اور تعلیم پر یقین ہو تو اللہ کی پیاری مخلوق کو

دعوت الی اللہ دیں ۔یہی وعظ بھی ہے جو کبھی عام گفتگو سے ہوتا ہے کبھی دوستی سے ہوتا ہے کبھی یاری سے ہوتا ہے ۔محض چار دوستوں کی بے تکلف گفتگو سے ہوتا ہے ۔اور اہل اللہ جب بولتے ہیں تو ان کے نور سے دوسروں کی روحیں منور ہوتی چلی جاتی ہیں ۔قرآن میں جو فرمایا **داعیا الی اللّٰہ باذنہ ،و سراجا منیرا** یعنی جب حضور ﷺ گویا ہوتے تھے تو اس وقت دعوت الی اللہ تعلق و گویائی سے دے رہے ہوتے ہیں اور جب چپ ہوتے تھے آفتاب کی کرنوں سے دلوں کی میل کچیل چھانٹ رہے ہوتے تھے ۔ایک اندھا آدمی کہتا ہے یہ بولتے کیوں نہیں، چراغ کب بولتا ہے مگر روشنی دیتا ہے ۔اس لیے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بول کر دعوت دی جاتی ہے کہ ہر چراغ کی بتی کو آگ لگتی چلی جاتی ہے اور وہ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں ۔یہی سراجاً منیرا ہے ایسا چراغ جو دوسروں کو منور کرتا ہے خود خاموش ہوتا ہے اس لیے کبھی دعوت بول کر دی جاتی ہے اور کبھی چراغ کی طرح جل کر دی جاتی ہے ۔ اس لیے دوستو! اللہ کی طرف بلانے کا کام کبھی دوستی سے ہوتا ہے، یاری سے ہوتا ہے۔ محض پیار سے ہوتا ہے کبھی گویا ہونے سے ہوتا ہے اور کبھی چپ رہنے سے ہوتا ہے

میں نے نومبر میں مختلف حلقوں میں حاضری کے دوران یہ بات آپ کے گوش گزار کر دی تھی کہ عمر گزر رہی ہے ۔بانی سلسلہؒ نے جو ذمہ داری ہمیں سونپی تھی، یا ہم نے خود بانی سلسلہؒ کو گواہ بنا کر اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم پاک زندگی گزاریں گے اور اپنے جیسی زندگی گزارنے کے لیے دوسروں کو دعوت دیں گے تو ہم نے اپنے اس وعدے کو کہاں تک نبھایا ہے ۔ظاہر ہے ہم نے اس ذمہ داری کا حق ادا نہیں کیا۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر ہم ماضی میں کچھ نہیں کر سکے تو آئندہ بھی مایوس ہو کر بیٹھ جائیں ۔دنیا میں کامیابی گر گر کر اٹھنے سے حاصل ہوتی ہے ۔ہمیں اپنی ان کوتاہیوں سے سبق سیکھتے ہوئے

نئے ولولے اور نئے جوش کے ساتھ اللہ پر یقین رکھتے ہوئے سلسلے کی تعلیم پر عمل شروع کر دینا چاہیے اور ساتھ ہی دعوت الی اللہ بھی شروع کرنی چاہیے۔ بانی سلسلہ کی تعلیم کے مطابق ہمیں دعوت دل کے روشن چراغ سے ہی دینی ہے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے اپنی پسندیدہ شخصیت کو دل میں جگہ دیں۔ پھر اسے اپنی دعاؤں میں شامل کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ اللہ مجھے آپ کے اس بندے سے پیار ہے اسے میرا دوست بنا دے اور اسے اپنی یاد عطا فرما دے۔ بس آپ کا کام ہو گیا۔ اب آگے اللہ کا کام ہے اللہ کبھی کسی انسان کے نیک اعمال کو ضائع نہیں کرتا۔ اگر ہم میں سے ہر بھائی نے اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ یہ کام کرنا شروع کر دیا تو یقین جانیں آپ حلقے میں نئی روح محسوس کریں گے اور حلقے کی تبلیغ کا کام خود بخود شروع ہو جائے گا۔ یاد رکھیں اس تبلیغ میں سب سے پہلے اپنے بچوں کو شامل کریں کیوں کہ وہ زیادہ مستحق ہیں۔ مرنا ہم سب نے ہے اور قیامت میں ہمارے ساتھ ہمارے نیک اعمال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو گا۔ ماں باپ بیوی بچے اور اعزاء واقربا قیامت میں ہمارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ ہاں جنہوں نے نیک اعمال کیے ہوں اور اللہ کی بندگی میں دن گزارے ہوں تو شاید وہاں کبھی کسی نہ کسی طرح چھوٹی موٹی غلطی کو معاف کرا لیں گے کم از کم ہمارے مرنے کے بعد ہمارے لیے دعائے مغفرت ہی کریں گے۔

میرے پیارے بھائیو! بانی سلسلہؒ نے 1972 میں تبلیغ کے سلسلہ میں کافی تفصیل سے ارشاد فرمایا اور آخر میں تبلیغ کا طریقہ اس طرح سمجھایا:

(ا) تبلیغ بالکل خاموشی سے کی جائے یعنی جس کو آپ حلقہ میں شامل کرنا چاہیں اس کو زبان سے دعوت نہ دیں کہ ہمارے حلقہ میں شامل ہو جاؤ بلکہ دل سے اس پر زور ڈالیں وہ خود بخود آپ کی طرف راغب ہو گا۔

(۲) بحث سے بالکل بچا جائے اور جو کوئی بحث کرنا چاہے ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگ لیں

(۳) کام بالکل خلوص سے کیا جائے یعنی اس میں **ذاتی مفاد یا فضیلت و بڑاپن** کا رتی برابر خیال دل میں نہ ہو محض خداوند قدوس کے لیے اور امت مسلمہ کی بہتری اور بہبود کے لیے کیا جائے۔

(۴) کیسی ہی مخالفت کیوں نہ ہو اور آپ کے ساتھ کوئی کتنی ہی سختی اور درشتی سے پیش آئے جواب میں آپ سوائے نیکی اور نیک سلوک کے اور کچھ نہ کریں جہاں پانچ آدمی ہو جائیں وہیں ایک حلقہ قائم کر دیں اور ہمیشہ اس پر نظر رکھیں۔

مجھے اپنی جان سے پیارے مریدوں پر پورا اعتماد ہے کہ وہ دل و جان سے اس کام میں لگ جائیں گے اور کسی قسم کی مصیبت کو خاطر میں نہیں لائیں گے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو آمین۔ ثم آمین

قبلہ ڈار صاحب اپنی تصنیف مقصود حیات صفحہ 311 پر ارشاد فرماتے ہیں:

''اب آپ اللہ والے بزرگ بھائیوں سے میری التماس ہے کہ آپ بانی سلسلہؒ کی تعلیم کی قدر و قیمت جانیں اور ان کی اپیل کو سنجیدگی سے لیں۔ ہماری قوم کی جو اخلاقی و سیاسی حالت ہے اور امت مسلمہ پر چاروں طرف سے جو خطرات منڈلا رہے ہیں انہیں بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ تمام مسلمان ملک بکھرے اور سہمے ہوئے ہیں۔ اور دشمن کے حملے کے لیے اپنی باری کا حساب لگانے کے لیے عقل کے گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔ ہمارے اتفاق و اتحاد کی یہ صورت ہے کہ ہمارے علماء کرام جن کا منصب ہی مسلمانوں کو متحد رکھنا ہے وہ چھوٹے سے چھوٹے قصبے میں بھی مل کر نماز ادا کرنے کے روادار نہیں۔ تو دنیا دار سیاست دانوں کے تحت ملکوں کا اتحاد کیسے صورت پذیر ہوگا۔ کسی لیڈر اور ایڈیٹر کی اپیل سے

کہیں بھی زندگی اور امید کی لہر پیدا ہوتی دکھائی نہیں دیتی ۔ ہر طرف **موت کا سا سکوت** چھایا ہوا ہے ۔صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے اور دل بھی یہ گواہی دیتا ہے کہ صرف آپ **قم باذن اللہ** کا نعرہ لگا سکتے ہیں ۔آپ کے پاس ہی وہ نسخہ کیمیا ہے جو قوم کی عروق مردہ میں زندگی کی لہر دوڑا سکتا ہے ۔ہم پہلے ہی بہت دیر کر چکے ہیں اور اب مزید تاخیر کرنا خطا شمار ہوگی ۔اس لیے اب ضروری ہوگیا ہے کہ سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم اور اصلاح وخدمت کے مشن کو عام کرنے کے لیے ہر بھائی اپنے آپ کو سرگرم مبلغ جانتے ہوئے سراپا عمل بن جائے ۔یہی سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کا مقصد اور آپ سب کی بزرگی اور روحانی قوت کا حقیقی مصرف اور امتحان ہے تمام مجازین کرام اور خادمان حلقہ کا یہ فرض ہے کہ سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے لیے اپنی کوششوں کو تیز تر کر دیں ۔اور تمام برادران حلقہ کی حوصلہ افزائی فرمائیں تا کہ ہر بھائی سال میں کم از کم ایک بھائی کی اصلاح کر کے اسے سلسلہ میں شامل ہونے کے قابل بنائے ۔

خادم الفقراء

محمد یعقوب خان توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت 14 اپریل 2018

حکمت

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

جن طریقوں سے حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے خاص خاص صحابیوں کو حکمت کی تعلیم دی وہ اس قدر سادہ، آسان اور سہل العمل ہیں جیسا کہ خود دینِ اسلام۔ نہ ان میں بھوک اور پیاس سے نفس کو ہلاک کرنا ہے، نہ متواتر روزے رکھنا یا فاقے کرنا، نہ ہندوؤں کی طرح ترکِ دنیا کر کے جنگلوں اور خانقاہوں میں گوشہ نشین ہونا، نہ صوف کے کپڑے پہننا یا ننگا رہنا، نہ بدن کے بعض اعضاء کو سکھالینا، نہ حبسِ دم کرنا یا نمازِ معکوس پڑھنا، یعنی الٹے لٹک کر عبادت کرنا وغیرہ وغیرہ باوجود اس کے یہ طریقے دوسری تمام قوموں کے طریقوں سے کہیں زیادہ موثر ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے برسوں کا راستہ مہینوں اور مہینوں کا سلوک دنوں میں طے ہوتا ہے اور وہ روحانی قوت اور دولتِ سرمدی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے طریقوں سے کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکتی، یعنی قرب اور مشاہدہ ذاتِ باری تعالیٰ۔ اس سے زیادہ اسلام کی فضیلت کا اور ثبوت کیا ہو سکتا ہے

طلبِ صادق

یہ ہے کہ طالب کے دل میں ایسی بے چینی ہو کہ نہ کھانے پینے میں لذت آئے نہ سونے میں نہ کسی اور شغل میں۔ ہر وقت یہ خواہش قلب و ذہن پر مسلط رہے کہ گوہرِ مقصود ہاتھ آئے اور کوئی ایسا استاد ملے جو حکمت سکھائے، یہ طلب وہبی ہوتی ہے لیکن بظاہر اس کے پیدا ہونے کے اسباب یہ ہوتے ہیں:۔

1۔ ایسے لوگوں کی صحبت جہاں اللہ تعالیٰ، رسول کریم ﷺ، اور بزرگوں کا ذکر رہتا ہو۔

2۔ بزرگوں کی کرامتوں کے حالات سننا۔

3۔ سیر و سلوک کی کتابیں پڑھنا۔

4۔کسی سچے ولی کی صحبت میسر آ جانا۔

5۔کسی بزرگ کی کوئی کرامت خود دیکھنا۔

یہ چند باتیں جتنی زیادہ میسر آئیں گی اتنی ہی طلب زیادہ ہوگی۔

بیعت یا شاگردی

جب طلب پختہ ہو جائے تو ضرورت ہوتی ہے ایک ایسے بزرگ کی جو حکمت سکھائے، ایسے بزرگ پہلے زمانے میں بھی مشکل سے ملتے تھے آج کل تو بہت ہی کم یاب ہیں اور ایک ناتجربہ کار طالب کے لئے سچے اور جھوٹے کی تمیز کرنا تو بہت ہی مشکل ہے۔اس لئے ہم مرشد کے انتخاب کا طریقہ بتاتے ہیں۔

جب تم کسی بزرگ کا ذکر سنو تو نکتہ چینی، عیب جوئی یا آزمائش کے خیال سے نہیں بلکہ ارادت اور ادب کے ساتھ ان کے پاس جاؤ اور اکثر جاتے رہو اور یہ دیکھو کہ ان کی مجلس میں کس قسم کے لوگ رہتے ہیں ثقہ، سنجیدہ اور تعلیم یافتہ یا بازاری اور جاہل۔یہ بھی دیکھو کہ ان بزرگ کا اخلاق کیسا ہے، ہنس مکھ اور خوش مزاج یا درشت مزاج اور تندخو۔کیسی باتیں کرتے ہیں، پر از علم و حکمت یا محض روایات و حکایات ہی پر مدار تقریر ہے۔شرع کے پابند ہیں یا حدود شرع سے آزاد۔گالیاں تو نہیں بکتے، مریدوں سے سجدے تو نہیں کراتے۔یہ بھی دیکھو کہ ان کے مریدوں میں بھی کوئی صاحب حال اور صاحب دل ہے یا نہیں۔یہ بھی غور کرو کہ ان کی صحبت میں دل دنیاوی تفکرات اور خواہشات سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور ایک قسم کا سرور آمیز سکون حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔

الغرض ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ ان کی مجلس میں پاکیزہ لوگ آتے ہیں، وہ خود ہنس مکھ، خوش اخلاق اور عالم آدمی ہیں، شرع کے پابند ہیں، بافیض ہیں، ان کی صحبت میں خیالات دنیا سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں اور تمہارا دل ان کی طرف مائل ہو گیا ہے تو باقاعدہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہو اور جب کچھ

عرصہ بعد ذوق وشوق کا غلبہ ہو جائے ،قلب خود بخود اللہ کو یاد کرنے لگے، برائیوں کو دل ناپسند کرے اور محاسن کی طرف رغبت پیدا ہو جائے تب بیعت ہو جاؤ۔یاد رکھو کہ بزرگوں کی پرکھان کی کرامات سے ہرگز نہیں کرنی چاہئے کیونکہ کراماتیں یعنی خوارق عادات تو غیر اولیاء اللہ سے بھی اس قدر سرزد ہوتی ہیں کہ طالب دھوکا کھا جاتا ہے۔

بہت سے بزرگ بیعت نہیں کرتے بغیر بیعت ہی فیض پہنچاتے رہتے ہیں ۔ان سے پورا فیض اٹھانا چاہئے ۔لیکن سلوک طے کرنے کے لئے کسی نہ کسی کامل بزرگ سے بیعت ہونا ضروری ہے ۔اس طرح اس سلسلے کے جتنے بزرگ گزرے ہیں ان میں اکثر سے نسبت روحانی قائم ہو جاتی ہے جو روحانی ترقی کے لئے بہت ضروری ہے۔

مسلمانوں میں ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو بیعت یا پیری مریدی کا قائل ہی نہیں ہے،اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ قرآن پر عمل کرتے ہیں اور اچھے مسلمان ہیں تو ضروری نہیں کہ وہ کسی کے مرید ہوں ۔بیعت فرض نہیں ہے ،لیکن جو لوگ بیعت ہونا چاہتے ہیں اور اس کے لئے شرعی جواز کے متلاشی ہیں،ان کی معلومات کے لئے یہ عرض کر دینا مناسب ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو مختلف اغراض ومقاصد کے لئے بیعت فرمایا ہے اور قرآن میں اس کا ذکر یوں آیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْراً عَظِیْماً o(الفتح ۔10)

ترجمہ: ۔اے محمد ﷺ! جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں،ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، جو اس عہد سے پھرتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے،اور جو اس عہد کو پورا کرتا ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ بیعت جائز ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد وہ لوگ بھی بیعت لے سکتے ہیں جو بجا طور پر نائب رسول ﷺ ہیں ۔بیعت کیا ہے؟ یہ ایک عہد ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کسی بزرگ کو گواہ بنا کر یا رسم کے مطابق ہاتھ میں ہاتھ دے کر کیا جاتا ہے کہ میں فلاں فلاں معائب

سے مجتنب رہوں گا اور فلاں فلاں محاسن پر عمل کروں گا ،علاوہ ازیں قرآن میں آیا ہے ۔

یٰآیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوااتَّقُوااللّٰہَ وابتغوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔(المائدہ۔35)

یعنی ''اے ایمان والو!تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو وسیلہ بناؤ'' مخالفین بیعت کا کہنا ہے کہ وسیلہ سے مراد یہاں پر قرآن ہے ،لیکن وہ یہ غور نہیں کرتے کہ اس آیت کے پہلے ٹکڑے میں جو حکم ہے کہ تقویٰ اختیار کرو ،اس کے معنی کیا ہیں؟تقویٰ کے معنی بھی تو قرآن کی تعلیم پر کماحقہ عمل کرنے کے ہیں ،اس لئے آیت کے دوسرے ٹکڑے میں پھر وہی معنی لینا ایک ایسی تکرار زائد ہے جو قرآن کی فصاحت کے خلاف ہے ۔ایسی بھونڈی تکرار تو کوئی معمولی ادیب بھی نہیں کرتا ۔اس لئے وسیلہ سے مراد سوائے پیر کامل کے اور کچھ نہیں ہو سکتا ۔تیسری دلیل بیعت کے جواز میں یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد اب تک جو ہزارہا اولیاء کرام گزرے ہیں ، ان سب نے بیعت کی اور بیعت لی ہے ،مثلاً حضرت حسن بصریؒ ،حضرت جنید بغدادیؒ ، حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ ،حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ ،حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ ،حضرت بابا فرید گنج شکرؒ ،حضرت نظام الدین اولیاءؒ حضرت صابر کلیریؒ ،حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ ،خواجہ باقی باللہؒ اور حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ وغیرہ ۔تو کیا یہ سب نعوذ باللہ غلط رو اور گمراہ تھے ۔یہی تو وہ بزرگ ہستیاں ہیں جنہوں نے چار دانگ عالم میں اسلام کا نور پھیلایا ، لاکھوں آدمیوں کو بیعت کر کے ان کا اخلاق درست کیا اور ہزاروں کو ولی اللہ بنایا ۔کیا آج کوئی شخص یہ جسارت کر سکتا ہے کہ ان کی بزرگی اور صداقت پر انگلی اٹھائے ۔

یہ بیعت یا بالفاظ عوام'' **پیری مریدی** '' کیا چیز ہے ،مرید کس کو ہونا چاہئے اور کس لئے ہونا چاہئے ۔افسوس کہ فی زمانہ نماز روزے کی طرح پیری مریدی بھی ایک رسمی چیز رہ گئی ہے ۔بہت سے لوگ اس عقیدے سے بیعت ہوتے ہیں کہ خواہ عمر بھر برے کام کرتے رہیں قیامت کے دن پیر صاحب کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے اور بخشے جائیں گے ۔یہ عقیدہ غلط ہے ۔ان لوگوں کو

معلوم ہونا چاہئے کہ پیر صاحب کسی کو بھی نہ بخشوا سکیں گے، ان کو تو اپنی ہی پڑی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت بالکل برحق ہے لیکن شفاعت کے بھروسہ پر جان بوجھ کر نیک اعمال نہ کرنا اور ساری عمر گناہوں اور بدکاری میں صرف کر دینا کہاں کی عقل مندی ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی تو انہی کی شفاعت کریں گے جو شفاعت کے اہل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ہماری جناب میں کوئی بھی کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا مگر وہ جن کو ہم خود حکم دیں۔ ظاہر ہے کہ رسولوں اور علی الخصوص ہمارے رسول ﷺ سے بڑھ کر کون اس حکم الٰہی کا مستحق ہوسکتا ہے، اس لئے شفاعت کا عقیدہ رکھتے ہوئے بھی نیک اعمالی کو ہرگز ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہئے۔

اکثر لوگ دنیاوی برکتوں کے لئے مرید ہوتے ہیں، یہ بھی غلط ہے۔ ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ پیر صاحب نہ کسی کو دولت بخش سکتے ہیں، نہ اولاد عطا فرما سکتے ہیں، نہ کسی کی تقدیر بدل سکتے ہیں، نہ مقدمہ جتا سکتے ہیں، نہ آنے والی مصیبتوں سے بچا سکتے ہیں۔ سورہ الحدید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''کوئی مصیبت نہیں آتی جو اللہ تعالیٰ نے پہلے کتاب میں نہ لکھ دی ہو'' اب بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کے لکھے کو پیر صاحب کس طرح بدل یا روک سکتے ہیں، ایسے عقیدے ہرگز نہیں رکھنے چاہئیں، یہ سب شرک ہیں۔ سورہ الجن میں اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ سے خطاب فرماتے ہیں ''کہہ دیجئے کہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے تمہارا برا بھلا'' اب غور فرمایئے جب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں بھی کسی کا برا بھلا نہیں تو پیر صاحب بیچارے کس شمار میں ہیں۔ مسلمانو! یاد رکھو، اور خوب یاد رکھو کہ تمہاری انفرادی اور قومی تباہی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ تم نے قرآن کے خلاف عقیدے گھڑ لئے ہیں اور ان پر قائم ہو کر قرآن اور اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ آج تم قرآن اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آؤ، کل تم کو پھر وہی عزت حاصل ہو جائے گی جو قرون اولیٰ میں تھی۔

اکثر لوگ اس خیال سے بیعت ہوتے ہیں کہ جب بزرگ بن جائیں گے تو عیش کریں گے۔ مریدوں کا حلقہ ہوگا، نذرانے ملیں گے، دولت دنیا کی افراط ہوگی یا یہ کہ مٹی کو پھونک مار کر سونا بنالیں گے، موت اور زندگی پر اختیار حاصل ہو جائے گا اور عزت ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسے

لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ فقر اور ولایت تو محض عبودیت اور بندگی ہے کبریائی نہیں ہے اور بزرگی کے ذریعہ حصول مراتب و دولت کا خیال تو محض دنیا داری ہے خدا کی محبت نہیں ہے، ایسے لوگوں کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

آج کل خاندانی اور وراثتی پیری مریدی بھی عام ہے، یعنی کسی شخص کے باپ دادا اگر کسی بزرگ سے بیعت ہوئے تھے تو وہ شخص ان بزرگ کے بیٹے یا پوتے کا ضرور مرید ہوگا اور اس کی اولاد اس کے پیر صاحب کی اولاد سے بیعت ہوگی اور ہمیشہ یونہی ہوتا رہے گا۔ یہ طریقہ بھی پیری مریدی کا نہایت ہی غلط اور تباہی پھیلانے والا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ کبھی کوئی بزرگ اور ولی اللہ کسی خاندان میں پیدا ہوئے اور اپنی بزرگی کی وجہ سے مشہور ہو گئے، ان کے بعد ان کے بیٹے اور پوتے گدی نشین ہوئے اور یہ گدی اسی طرح وراثتاً آئندہ نسلوں میں منتقل ہوتی رہی اور لوگ بھی اسی طرح وراثتاً مرید ہوتے چلے گئے۔ ایسے گدی نشین اور وراثتی پیروں میں شاذ و نادر ہی کوئی بزرگ ہو تو ہو ورنہ عام طور پر تو یہ پیر محض دنیا دار اور طریقت و حقیقت سے بالکل ہی نابلد ہوتے ہیں۔ خدمت کے لئے بے شمار مرید اور خرچ کرنے کے لئے بے قیاس دولت ان کے پاس موجود ہوتی ہے۔ صرف عیش و عشرت ان کا کام ہوتا ہے اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

بہت سے پیر عملیات کے زور پر پیری مریدی کرتے ہیں، وہ سلوک و طریقت کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ عوام کی جہالت کا یہ حال ہے کہ وہ تعویذ گنڈے کرنے والے عاملوں، نجومیوں، رمالوں، پامسٹوں اور حقیقی بزرگوں کے درمیان کوئی تمیز نہیں کر سکتے اور ہر ایک کو اللہ والا سمجھ کر ان کے مرید اور معتقد ہو جاتے ہیں تو اس قسم کی پیری مریدی نہ صرف بالکل عبث اور بیکار بلکہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ مرید ہونے کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسان کے اخلاق کی اصلاح ہو، صحیح قسم کی عبادت کرنا آئے، ایمان کامل پیدا ہو، عالم روحانی کا علم، اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قسمت میں ہو تو رویت کا شرف جیتے جی حاصل ہو جائے۔

روحانی قوت اور اصلاحِ قلوب

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

ایک خاص فکر جو کچھ عرصہ سے میرے ذہن پر چھائی اور میرے لئے سوہانِ روح بنی ہوئی ہے وہ یہ کہ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے جس مقصد کیلئے تصوف کا یہ نیا سلسلہ قائم فرمایا وہ کما حقہ پورا نہیں ہو پایا۔ اس لئے بنیادی اہمیت کے اس معاملہ پر ہمیں زیادہ توجہ دینی چاہیے تا کہ ہم اپنی کوتاہیوں سے آگاہ ہو کر آئندہ کیلئے بہتر لائحہ عمل مرتب کر سکیں۔ بانی سلسلہؒ نے 1962ء میں چوتھے سالانہ اجتماع کے موقع پر اپنے خطبے کا آغاز ہی اس بات سے کیا کہ ”تمام جماعتیں جو کوئی بڑا کام کرنا چاہتی ہیں ایسے سالانہ اجتماعات ضرور منعقد کیا کرتی ہیں۔ لیکن فائدہ صرف اِنہی جماعتوں کو پہنچتا ہے جن کے ارکان ایسے اجتماعات میں منظور ہونے والی تجاویز پر جوش، اِستقلال اور خلوص سے عمل کرتے ہیں۔

اللہ والوں کی اِس غیر سیاسی جماعت کے سامنے کونسا عظیم کام ہے اِسے واضح کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ بانی سلسلہؒ کے اپنے ارشادات ہی آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید ہے کہ تعلیم کی اِس تکرار سے ہماری قوتِ فکر و عمل کو مہمیز ملے گی اور اللہ کی تائید و نصرت سے ہم فائز المرام ہو جائیں گے۔ عمل کی ترغیب دلانے کے لئے نیک باتیں بار بار دہرانی پڑتی ہیں۔ ویسے بھی عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ ”**اَلتَّکْرَارُ یُفَقِّهُ الْحِمَارُ**“ یعنی تکرار سے گدھا بھی سمجھ جاتا ہے۔ تکرار سے سمجھ جانا بھی غنیمت ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجمعہ میں ایک مثال بیان فرمائی کہ جن لوگوں پر تورات کی ذمہ داری ڈالی گئی لیکن اُنہوں نے اسے پورا نہ کیا اِن کی مثال اِس گدھے کی مانند ہے جو اپنی پیٹھ پر کتابیں اُٹھائے ہوئے ہے لیکن کتابوں کے اندر جو نورِ ہدایت ہے اس سے بیگانہ ہے۔

انقلاب زمانہ ملاحظہ ہو کہ آج اسی قوم یعنی بنی اسرائیل نے شیروں اور شاہینوں کی سی صفات والی **خیر الأمت** کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔اس پر ہمیں غور کرنا چاہیے کہ مِنْ حَیْثُ القَوم اب ہماری حیثیت کیا ہے۔

ہمارے مرشدؒ ایک بیدار مغز اور حساس دل رکھنے والے مردِ کامل تھے۔جوں جوں آپ کا علم و مشاہدہ بڑھتا گیا دل و دماغ میں یہ احساس بھی شدت اختیار کرتا گیا کہ مسلمان جو کبھی اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے وارث اور نائب تھے آج اس قدر پسماندہ اور ذلیل کیوں ہو گئے ہیں کہ دنیا کی ہر قوم ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔اس سوال پر آپ نے برس ہا برس تدبر و تفکر کیا۔چنانچہ آپ نے 1972ء میں ملتان شہر میں ہونے والے اجتماع پر ارشاد فرمایا:

''میں نے آج سے پورے ساٹھ سال پہلے یہ بات محسوس کر لی تھی کہ ہماری قوم بڑی تیزی سے تباہی اور زوال کے غار کی طرف رواں دواں ہے۔اسی زمانہ سے میں دنیا کی مختلف قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں تاریخ میں پڑھتا رہا۔پھر مدتوں اس بات پر غور کیا کہ قومیں کن وجوہات کی بناء پر بنتی اور بگڑتی ہیں۔اس کے بعد مسلمانوں کی اصلاح و ترقی اور احیاء ثانیہ کیلئے جتنی جماعتیں وجود میں آئیں ان کی تنظیم، مساعی اور طریق کار کا مطالعہ بنظرِ غائر کیا اور ان کی ناکامی کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کی۔پورے تیس سال کی جدو جہد اور کدو کاوش کے بعد میں تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہم مسلمان خواہ وہ کسی بھی ملک کے ہوں مومن نہیں ہیں صرف مسلمان ہیں اور مسلمان بھی نام کے۔نوے فیصد مسلمان تو قرآن حکیم کی تعلیم ہی سے واقف نہیں اس پر عمل کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ہم قرآن کریم کی بجائے رسوم پرستی کو اسلام سمجھ رہے ہیں۔ہم نے فرائض کو بھلا دیا ہے اور فروعات کو فرائض سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ہم نماز اوّل تو پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو یہ کبھی نہیں سوچتے کہ ہماری نمازوں سے ہمارے اخلاق کی کہاں تک اصلاح ہوئی ہے۔ہم نے کون کون سی برائیوں کو چھوڑا اور کون کونسی نیکیوں کو اختیار کیا ہے۔کیونکہ خدا نے تو نماز کی یہی تعریف کی ہے کہ نماز برائیوں اور ممنوعہ کاموں سے

بچاتی اور نیک بناتی ہے۔ اِس کے علاوہ ہم کبھی غور نہیں کرتے کہ ہماری نماز میں خشوع اور حضوری باری تعالیٰ کہاں تک تھی اگر نماز سے یہ فوائد حاصل نہیں ہوتے تو وہ کیا خاک نماز ہے۔ وہ تو ایک رسم ہے۔ محض رسم جو پانچ وقت ادا کر لی جاتی ہے۔ یہی حال دوسری عبادات کا ہے کہ محض رسماً ادا کر لی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے یہ دیکھا کہ علمائے کرام میں جو لوگ واقعی پرہیز گار ہیں اِن کی باتوں میں بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ پھر میرا خیال اِن صوفیاء کی طرف گیا جو بخارا، ایران اور عراق سے چل کر اکیلے یا دو چار مریدوں کے ساتھ بالکل بے سرو سامان انڈونیشیا، چین اور ترکستان یا ہندوستان آئے اور کسی شہر میں مقیم ہو کر خاموشی سے تبلیغ اسلام کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں آدمیوں کو مسلمان بنالیا۔ مدتوں اِن کی زندگی اور ان کے اخلاق کا تجزیہ کرنے اور موجودہ سچے صوفیوں اور خود اپنی حالت پر غور کرنے کے بعد مجھ پر یہ راز کھلا کہ اِن بزرگوں کے پاس دو چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ان کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں کو موہ لیتی ہیں اور ان کی ذات کا والہ و شیدا بنا دیتی ہیں۔ اِن میں سے ایک تو ان کا اخلاق ہے اور دوسری وہ چیز جو اخلاق سے بھی کہیں زیادہ موثر اور طاقتور ہے وہ روحانی طاقت ہے جو حرارت یا سوز و گداز کی صورت میں ان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس سے بات کرتے ہیں وہ نہایت غور سے ان کی بات سنتا اور جو کچھ کہتے ہیں اِس پر بے چون و چرا عمل کرنے لگتا ہے۔ یہ بات معلوم ہو جانے کے بعد میں نے خود اس کے تجربے کئے تو سو فیصد درست پائے۔ اب میں نے حلقہ توحیدیہ کی بنیاد ڈالی اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی بجائے، خود مسلمانوں کے اخلاق کی اصلاح شروع کر دی۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی''۔

قبلہ حضرتؒ 1911ء میں نقشبندیہ سلسلہ میں اِس وقت بیعت ہوئے جب آپ میٹرک کے طالبعلم تھے۔ اِس راہ میں آپ نے خوب محنت کی اور چند برس بعد ہی آپ کو سندِ خلافت مل گئی۔ حضرت مولانا کریم الدین احمدؒ کی وفات کے بعد آپؒ نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی اور بعد میں ایک اویسی بزرگ حضرت رسالدار محمد حنیف خاں صاحبؒ سے بھی خصوصی فیض لیا۔ سلوک کی

تمام منازل طے کرنے کے بعد آپ نے تصوف کا ایک نیا سلسلہ قائم فرمایا اور یہ کام ہر کسی کے بس کا نہیں ہوتا۔ اِس طرح کا کام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہی بزرگ انجام دیتے ہیں جن کی نگاہِ بصیرت ایک ہزار برس تک ماضی اور مستقبل میں جھانک سکے۔ اس نئے سلسلے کے اغراض و مقاصد جاننے کیلئے یہ ضروری ہے کہ روحانیت کی اہمیت و افادیت کے بارے میں آپؒ کا نکتۂ نظر معلوم کیا جائے۔ آپ نے اپنی مشہور کتاب ''تعمیرِ ملت'' میں تحریر فرمایا:

''اِس میں شک نہیں کہ حکمت یا تصوف اشرف اور افضل ترین عمل ہے۔ اِس سے حقیقت الاشیاء معلوم ہو جاتی ہے۔ بڑے بڑے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ عقل سلیم اور فراست کاملہ پیدا ہوتی ہے۔ رُوحیں نظر آنے لگتی ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاءِ عظام کی زیارت میسر آتی ہے۔ عالمِ مثال کی سیر اور انوار و تجلیات کا نظارہ ہوتا ہے۔ کشف و کرامات کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ مادہ پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت احدیت کی معرفت اور حضوری سے انسان مشرف ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ سب کچھ مل جانے کے باوجود بھی اگر کوئی عارف اور بزرگ دین و دنیا میں اُمتِ محمدیہ ﷺ کی اجتماعی ترقی اور کامیابی کے لئے کچھ نہ کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ملتِ اسلامیہ کیلئے بیکار ہے۔ ملت کو آج ایسے بزرگوں کی ہرگز ضرورت نہیں جو تعویذ گنڈوں اور دم و درود سے کچھ مریضوں کو تندرست کر دیں یا چند غریب ان کی دعا سے امیر کبیر بن جائیں یا کچھ لوگ مقدمے جیت جائیں یا چند بے اولادوں کے ہاں اولاد ہو جائے یا کچھ کفار و مشرکین مسلمان ہو کر ملت کی تعداد میں بیکار لوگوں کا اضافہ کر دیں۔ آج کل تو ضرورت ایسے اولیاء کی ہے جو فاسق و فاجر مسلمانوں کو سچا اور سچے مسلمانوں کو پکا مومن اور موحد بنا سکیں۔ جو اپنی تعلیم و توجہ سے مسلمانوں میں ایسی فراست و بصیرت پیدا کر سکیں کہ وہ اپنے تمام تفرقے اور اختلافات مٹا کر ایک جان اور ایک قالب کی طرح مربوط و متحد ہو جائیں۔ حق و باطل میں تمیز کر سکیں۔ سستی اور کاہلی چھوڑ کر کام کرنا اور کام کرتے

رہنا سیکھیں۔اللہ تعالیٰ اور اِسکے رسولﷺ کی سچی محبت کا جنون اِن کیلئے سرمایہ دانش ہو۔وہ بقائے ملت کے لئے جان و مال قربان کرنا اپنی زندگی کا مقصد جانیں اور ہرطرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کرلیں''۔

تبلیغِ دین اور اِصلاح

اللہ سُبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت اور محبت سے بھرپور زندگی کیلئے پیدا فرمایا اور اِس حقیقت کو آشکارا کرنے کیلئے تمام قوموں کی طرف اپنے انبیاء کو بھیجا جنہوں نے انسانوں کو یہ سبق دیا کہ تمہارا محبوبِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔اِس لئے سب سے زیادہ محبت اِسی سے کرو۔دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب تمہاری خاطر ہی پیدا کیا گیا ہے۔اِس میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی نشانیاں ہیں اور دُنیوی زندگی کیلئے فائدے بھی ہیں۔تم مادی لذتوں کے حصول میں اِس قدر نہ کھوجاؤ کہ اللہ تعالیٰ ہی کو بھول جاؤ۔اگر ایسا کروگے تو دنیا میں بھی تمہارے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور آخرت میں بھی خسارہ اُٹھانے والوں میں شامل ہوگے۔تمام نیکیوں اور خوبیوں کا منبع اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور اس کے برعکس دنیا کی محبت ہر برائی اور فساد کی جڑ ہے۔بنیادی طور پر یہ محبت ہی ہے جو ہماری سمت اور اعمال کی ترجیحات متعین کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خالق و مالک اور محبوب ومعبود کی محبت اور رضا والی زندگیوں کے نمونے انسانوں کی عملی راہنمائی کیلئے پیش کئے۔اللہ تعالیٰ کے اِن منتخب بندوں کے وصال کے بعد اِن کے وارث کہلانے والے نیک لوگ اِن کی تعلیم کی روشنی کو آگے بڑھاتے اور اپنے ساتھیوں کو اللہ کی راہ کی طرف دعوت دیتے رہے۔اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے ملانے والا کام اتنا عظیم اور اعلیٰ ہے کہ اِس مقدس فریضہ کی انجام دہی کو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسولوں کی مدد قرار دیا گیا ہے۔اِس ضمن میں قرآن کریم کے احکام ملاحظہ ہوں۔

يٰـاَيُّهَا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْـصَـارِيْٓ اِلَـى الـلّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ۝ (الصف۔14)

’’اے مومنو! اللہ کے مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا کہ کون ہیں جو اللہ کی طرف بلانے میں میرے مددگار رہوں۔ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا اور ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی اور وہ غالب ہو گئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۝ **(محمد:7)**

’’اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کریگا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا‘‘۔

وَلَيَنْـصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۔ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَـامُوا الـصَّـلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۝ (الحج:40 تا 41)

’’اور جو اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اِس کی ضرور مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ زورآور اور زبردست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے‘‘۔

اِن آیات مبارکہ پر غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کا دِلوں میں نفوذ اور اسے دنیا میں نافذ کرنے کے عظیم کام کو اللہ تعالیٰ کی مدد قرار دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کو اس کام سے مشروط اور اسے سرانجام دینے والوں کے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے اور آخری آیت میں اِن لوگوں کا کردار بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہیں جب زمین میں قوت نافذہ حاصل ہو تو وہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کا نظام نافذ کرتے ہیں اور اِنسانوں کی فلاح و ترقی میں معاون امور کو رائج کرتے اور مضرت رساں کاموں کو قوت

بازو سے ختم کر دیتے ہیں۔سب سے پہلے آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ حواریوں کو تو حضرت عیسٰی علیہ السلام نے دعوت دی کہ کون اِس راہ میں میرا اور میرے اللہ کا مددگار بنتا ہے لیکن اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے خود حکم فرمایا ہے کہ تم سب انصار اللہ بن کر میرے حبیب ﷺ کی رحمت کے سفیر بن جاؤ اور رحمت و محبت والے دین کے مجسم نمونے بن کر اِس دعوت کو پوری دُنیا میں پھیلا دو۔

یہ دعوت کسی ایسے فلسفہ حیات کی طرف نہیں ہے جو کسی انسان کی عقل نے تراشا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف ہے جو ازلی و ابدی اور کبھی نہ بدلنے والے حقائق پر استوار ہے۔ دین اسلام بنیادی طور پر اپنے خالق و مالک اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور موت کے بعد آخرت کی زندگی کو تسلیم کر لینے کی فطری دعوت ہے۔ یہ دنیا میں پر اطمینان زندگی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور جنت میں داخل ہونے کی ضمانت ہے۔ یہ رنگ و نسل اور زبان و قومیت میں بٹی ہوئی دنیا کے لئے وحدتِ الوہیت اور وحدت انسانیت کے تحت ایک عالمگیر معاشرہ میں شمولیت کی خوشخبری ہے۔ یہ فانی دنیا کی عارضی لذات اور نفس کی سفلی خواہشات میں اپنی صلاحیتیں ضائع کر دینے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عرفان اور قرب و دیدار کی نعمت کے حصول کی ترغیب ہے۔ یہ زر پرستی، ذخیرہ اندوزی، انسان دشمنی اور ہوا و ہوس کی دلدلوں میں پھنسی ہوئی انسانیت کو اکرام انسانیت، فلاح آدمیت اور عالمگیر محبت کی پُرنُور فضاؤں میں آ جانے کیلئے پکار ہے۔ یہ انسانی روحوں کو اپنے رحمٰن و رحیم آقا اور غفور و ودود مولا کی بیکراں محبت سے آشنا کر کے اطمینان قلب کی انمول دولت کے حصول کی طرف راہنمائی کا اعلان ہے۔ یہ اللہ کے در سے دور بھاگے ہوئے بندوں کو دوبارہ اس سے ملانے کی ربانی تحریک ہے اِس دعوت پر لبیک کہنے کا آغاز جہاں زبانی اقرار سے ہوتا ہے وہاں دل کی تصدیق بھی لازمی ہوتی ہے۔ ورنہ یہ ایمان کی بجائے نفاق کہلاتا ہے اِس لئے اِس راہ میں جور و جبر اور زبردستی کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ تو انسانیت کیلئے خصوصی محبت کے تحت، نہایت دلسوزی کے ساتھ مسجودِ ملائکہ اور اشرف المخلوقات انسان کو جہنم کی آگ سے بچا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل کرنے کی ایک عالمگیر تحریک ہے جس کے سپہ سالار اور علمبردار

حضور سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفٰے ﷺ ہیں۔ اب جس کا جی چاہے وہ اس حزب اللہ میں آن ملے اور جس کا جی چاہے وہ من مرضی پر چلے اور حزب الشیطان میں شامل ہوجائے اور سب کو اپنے رب کے سامنے پیش ہونا ہے۔ وہ لوگ لائق صد مبارک اور قابل تحسین ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی مخلوق کے پیار کی دولت بانٹنے کا عظیم فریضہ بہار و خزاں کے موسموں اور لوگوں کی تعریف و تنقید سے بے نیاز محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور حضور اکرم ﷺ کی خوشنودی کی خاطر ہر دور میں سرانجام دیتے رہے ہیں اور دیتے چلے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کی سورہ حم السجدہ:33 میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

''اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں''۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک باعمل مسلمان کی دعوت الی اللہ کے ضمن میں کی جانے والی بات کی توصیف فرمائی ہے کہ اس سے اچھی اور احسن بات بھلا اور کیا ہوسکتی ہے۔ یہ تو فرد کا معاملہ ہوا۔ اور جب کوئی جماعت اجتماعی طور پر اس مبارک کام میں لگ جاتی ہے تو اس کیلئے فرمان ہوتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ‎o (ال عمران۔110)

''تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کیلئے نکالے گئے ہو۔ تم لوگ نیک کام کرنے کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو''۔

یہاں اُمتِ مسلمہ کو خیرالامت کے خصوصی اعزاز سے نوازا گیا اور اِس شرف کی علت بھی بیان فرما دی کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہو گے جو کہ بنیادی طور پر انبیاء کا کام ہے۔ حضور ﷺ کی تشریف کے بعد تم اِس عالی منصب پر مامور کردئے گئے ہو اور یہی تمہارا مقصودِ حیات ہے اور اس میں تساہل و تغافل تمہارے لئے اقوام عالم کی قیادت سے معزولی

اوراللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوگا۔جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

مرگ فرد از خشکی رُود حیات
مرگ قوم از ترکِ مقصود حیات

اِس لئے تبلیغ واصلاح کا کام انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر سطح پر ہوتے رہنا ضروری ہے۔اور اِس انتظار میں بھی نہیں رہنا چاہیے کہ جب خود کامل ہو جائیں گے تو پھر کسی دوسرے کی اصلاح کیلئے کہہ سکیں گے۔یہ نفس کا صریح دھوکہ ہے۔اِس طرح شیطان ہمیں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے واضح حکم کی نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے۔اِس امر کی تائیداِس حدیث شریف سے ہوتی ہے۔

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم بھلائیوں کا حکم نہ کریں جب تک خود تمام پر عمل نہ کریں اور برائیوں سے منع نہ کریں جب تک خود تمام برائیوں سے نہ بچیں۔حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔نہیں بلکہ تم بھلی باتوں کا حکم کرو اگر چہ تم خود اِن سب کے پابند نہ ہو اور برائیوں سے منع کرو اگر چہ تم خود اِن سے نہ بچ رہے ہو''۔(رواہ طبرانی)

دعوت الی اللہ کا کام شروع کرنے کی ایک تاریخی مثال سلسلہ عالیہ توحیدیہ نقشبندیہ کے سرخیل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔یہ بات آپ کی امتیازی خصوصیات میں سے ہے کہ جونہی انہیں پتہ چلا کہ اسلام حق ہے تو وہ سب سے پہلے اِس پر ایمان لائے جو اِن کے قلب و روح میں سرایت کر گیا۔پھر انہوں نے اپنے قریبی دوستوں کو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسولؐ پر ایمان کی دعوت دینا شروع کر دی۔ابن اسحاق کی روایت کے مطابق آپ سے متاثر ہو کر جو لوگ مسلمان ہوئے وہ۔ا۔حضرت عثمان بن عفانؓ،۲۔زبیر بن عوامؓ،۳۔عبدالرحمٰن بن عوفؓ،۴۔سعد بن ابی وقاصؓ اور،۵۔طلحہٰ بن عبیداللہ تھے۔سب سے پہلے اسلام میں داخل ہونے والے تین افراد ابوبکر صدیقؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ تھے اور اِن کے بعد ان پانچ افراد نے اسلام لانے میں پہل کی اور انہیں عشرہ مبشرہ میں شمولیت کا شرف بھی حاصل ہے۔

دعوت الی اللہ کی اہمیت کے بارے میں بانی سلسلہؒ کا ارشاد ہے۔

''اب سوال یہ ہے کہ جب انسان کامل بن جاتا ہے تو پھر اس کا کام کیا ہوتا ہے۔اس کا کام بھی یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کی اصلاح کرے۔اِن کو اللہ کا سیدھا راستہ بتائے،اخلاق سکھائے، لوگوں سے برائیاں اور گناہوں کی عادت چھڑائے اور انہیں نیک بنائے۔اور اگر کوئی اس سے زیادہ چاہتا ہے تو اس کو تصوف سکھائے اور اپنی طرح سے بزرگ بنائے''۔(چراغ راہ۔38)

قبلہ حضرتؒ کے اِس فرمان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصلاح کا بنیادی کام صوم وصلوٰۃ اور اخلاق کا پابند بنانا ہے۔اللہ اللہ اور ذکر کی تعلیم اسے دی جائے جسے اس راہ کی طلب ہو اور یہ ہر ایک کو نہیں ہوتی۔

تبلیغ واصلاح کے کام کی اہمیت کافی حد تک واضح کر دی گئی ہے کہ یہ کام اُمت مسلمہ پر دائمی فریضہ ہے۔اِس کام کے رُک جانے کی صورت میں کیا نتائج برآمد ہونگے اِس کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے اُمت کو یہ خصوصی اِنتباہ فرمایا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے چہرہ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے۔حضور اقدس ﷺ نے کسی سے کوئی بات نہیں کی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے۔میں مسجد کی دیوار سے لگ گئی تا کہ کوئی ارشاد ہو تو اِس کو سنوں۔حضور اقدس ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد وثناء کے بعد فرمایا۔''لوگو! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بھلی باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے منع کرو مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو اور میں اِس کو قبول نہ کروں اور تم مجھ سے سوال کرو اور میں اِسکو پورا نہ کروں اور تم مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں''۔حضور اقدس ﷺ نے صرف یہ کلمات ارشاد فرمائے اور منبر سے اُتر گئے۔(رواہ ابن ماجہ وابن حبان)

اس حدیث مبارکہ کے الفاظ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینے کے انجام سے اُمت کو بخوبی آگاہ کر دیا۔اب اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو امام غزالیؒ نے جس طرح بیان فرمایا وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔اِس میں کچھ شک نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین کا

ایسا زبردست رُکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں۔اِس کو انجام دینے کیلئے حق تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔اگر خدانخواستہ اِس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم وعمل کو ترک کر دیا جائے تو العیاذ باللہ نبوت کا بیکار ہونا لازم آئے گا۔دیانت جو شرافت انسانی کا خاصہ ہے مضمحل اور افسردہ ہو جائے گی۔کاہلی اور سستی عام ہو جائے گی۔

گمراہی اور ضلالت کی راہیں کھل جائیں گی۔جہالت عالمگیر ہو جائے گی۔تمام کاموں میں خرابی آ جائے گی۔آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی۔آبادیاں خراب ہو جائیں گی۔مخلوق تباہ و برباد ہو جائے گی اور اِس تباہی اور بربادی کی اِس وقت خبر ہو گی جب روزِ محشر خدائے بالا و برتر کے سامنے پیشی اور بازپرس ہو گی۔افسوس صد افسوس! جو خطرہ تھا وہ سامنے آ گیا۔جو کھٹکا تھا آنکھوں نے دیکھ لیا۔

اِس سرسبز ستون کے علم وعمل کے نشانات مٹ گئے۔اِس کی حقیقت و رسوم کی برکتیں نیست و نابود ہو گئیں۔لوگوں کی تحقیر و تذلیل کا سکہ قلوب پر جم گیا۔خدائے پاک کے ساتھ قلبی تعلق مٹ چکا اور نفسانی خواہشات کے اتباع میں جانوروں کی طرح بے باک ہو گئے۔روئے زمین پر ایسے صادق مومن کا ملنا دشوار و کمیاب ہی نہیں بلکہ معدوم ہو گیا جو اظہارِ حق کی وجہ سے کسی کی ملامت گوارا کرے۔ اگر کوئی مردِ مومن اِس تباہی اور بربادی کے ازالہ میں سعی کرے اور سنت کے احیاء میں کوشش کرے اور اِس مبارک بوجھ کو لے کر کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اِس سنت کو زندہ کرنے کیلئے میدان میں آئے تو یقیناً وہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہے"۔(تبلیغی نصاب۔823)

فیضِ صحبت اور رُوحانی توجہ

بانی سلسلہؒ نے ارشاد فرمایا کہ "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب علماء اور صوفیاء دونوں ہی کا کام اصلاح اور اخلاق کی درستی ہے تو عالم بن جانا ہی کافی ہے۔اِس قدر پاپڑ بیلنے اور ریاضت و مجاہدہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ علماء صاحب قال ہوتے ہیں اور صوفی صاحب حال۔علماء کے کہنے کا دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن اگر صوفی واقعی کامل ہو تو اِسکے

کہنے کا اثر بہت جلدی ہوتا ہے۔علاوہ ازیں صوفی کے دل میں ایک طاقت ہوتی ہے وہ اِس طاقت کو جس کے دل میں ڈال کر قوت ارادی سے کام لیتا ہے اِس کی کیفیات کو رفتہ رفتہ بدل سکتا ہے اور اس کے دل میں جو زنگ ہوتا ہے اِس کو آہستہ آہستہ دور کر دیتا ہے۔اس طرح انسان رفتہ رفتہ بد سے نیک اور شقی سے سعید بن جاتا ہے۔اب اِس سے اچھا کام اور کیا ہو سکتا ہے کہ معاشرے کو برے آدمیوں اور برائیوں سے پاک کر کے اس میں نیک آدمیوں اور نیک کاموں کا اضافہ کیا جائے۔انبیاء کا کام بھی یہی تھا اور جو بزرگ یہ کام کرتے ہیں صحیح معنوں میں وہی انبیاء کے وارث اور نائب کہلانے کے مستحق ہیں''۔ (چراغِ راہ صفحہ 38)

اِسی سوال کا جواب الفاظ کی تھوڑی تبدیلی کے ساتھ آپ نے اپنے دوسرے خطبے میں اِس طرح دیا ہے: ''اب آپ شاید یہ سوال کریں کہ اصلاح تو ہمارے علمائے ظاہر بلکہ دنیاوی لیڈر اور ریفارمر بھی کر سکتے ہیں اِس کیلئے روحانیت اور اہل روحانیت ہی کی کیا ضرورت ہے؟ تو میں کہوں گا کہ معاف فرمایئے آپ کا یہ سوال روحانیت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے ایک تار جس میں بجلی نہ ہو ہرگز وہ کام نہیں کر سکتا جو بجلی سے بھرا ہوا ایک ''لوِنگ وائر'' کر سکتا ہے۔جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں یہ اگر ممکن ہوتا تو آج دنیائے اسلام کو اصلاح کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔سنیئے میں نے ابھی (Living Wire) ''لوِنگ وائر'' کا لفظ اِستعمال کیا ہے۔جس تار میں بجلی دوڑ رہی ہو اس کو لوِنگ وائر کہتے ہیں۔اس کے لفظی معنی ہیں ''زندہ تار''۔اہل روحانیت بھی ایک زندہ تار کی طرح ہوتے ہیں۔اُن کی رگ رگ میں ایک ایسی برقی قوت اور مقناطیسی کشش ہوتی ہے کہ آدمی خواہ مخواہ ان سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ان پر عمل کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور بہت جلد نیک اور اچھے شہری بن جاتے ہیں۔دوسرے یہ کہ اِن بزرگوں میں یہ طاقت بھی ہوتی ہے کہ جو آدمی کہنا نہ مانے یا کوئی بری عادت نہ چھوڑے اِس پر متواتر توجہ کر کے وہ عادت چھڑا دیتے ہیں''۔ (چراغِ راہ صفحہ نمبر 75)

اِس کےعلاوہ حضرتؒ نے روحانی قوت کے کرشمےاوردوسرے مذاہب پراسلامی تصوف کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اپنے آخری خطبہ کا اختتام پر فرمایا۔

''الغرض روحانی طاقت سے کیا کچھ نہیں ہوسکتا۔مگر سب سے عظیم کام جو اِس طاقت سے لیا جا سکتا ہے وہ ایک بگڑے ہوئے معاشرے اور بدکردار انسان کی اصلاح ہے کہ ایک شرابی، زانی، چور، ڈاکو اور غنڈے کے سب عیب چھڑا کر اس کو پکا مومن اور ایک اچھا شہری بنا دیا جائے''۔

(**چراغ راہ** صفحہ 243)

فیضان صحبت کے ذریعے قلوب کی اصلاح کا سب سے بڑا ثبوت حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا وہ خصوصی مقام ہے جو کسی بھی غیر صحابی کو حاصل نہیں ہوسکتا چاہے وہ فرائض و نوافل میں کیسا ہی کمال کیوں نہ حاصل کرلے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کی وجہ فضیلت کثرتِ اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ انوارِ نبوت کے فیضان کی سعادت سے ہے۔

اُس بابرکت دور میں جس کسی نے بھی بحالت ایمان حضور پر نور ﷺ کا ایک مرتبہ بھی دیدار کرلیا اِسے صحابیت کا شرف نصیب ہوگیا۔حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ایک مجلس کے فیضان سے نورِ ایمان اس طرح دلوں میں رچ بس جاتا تھا کہ یہ سعادت کسی دوسرے طریقے سے حاصل کرنا ممکن ہی نہیں۔روحانی انوار کی دولت بعد میں صحابہ کرام، تابعین اور پھر تبع تابعین کے توسل سے سینوں کو روشن کرتی رہی۔اِن کے بعد یہ کام جن بزرگوں نے سنبھالا اُنہیں صوفیائے عظام کا نام دیا گیا۔اِس سراپا اخلاص گروہ نے زاویوں اور خانقاہوں میں بیٹھ کر دلوں کو جگانے، جگمگانے اور دینِ رحمت کو پھیلانے کے وہ کارنامے سرانجام دیے جو ہماری تاریخ کا روشن باب بن گئے۔

یہ حقیقت ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے کہ قرونِ اُولیٰ میں صحابہ کرامؓ کی جس مقدس جماعت نے اخلاق و کردار کی روشن مثالیں قائم کیں اور اِسلام کے نور کو چار دانگ عالم میں پھیلایا اُنہوں نے کسی روایتی مکتب سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔اِن کی درسگاہ حضور معلم و محسن انسانیت کی مجلس مبارک تھی

اوروہ لوگ قرآن کریم کے سوا کسی دوسری کتاب سے آشنا نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہی انکا مکمل نصاب تھا۔ اِن کی تمام تر اہلیت اور فضیلت حضور اقدس ؐ کی انقلاب آفریں صحبت اور کیمیا اثر نظر کی مرہونِ منت تھی جن کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان عظیم فرمایا۔

اِس باب کے آخر میں حضرت امام مالک ؒ کا ایک مشہور قول بھی نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ ؒ نے فرمایا کہ ''جس طریقہ سے اول دور میں اِس اُمت کی اصلاح ہوئی تھی ۔آخری دور میں بھی اِسی طریقہ سے ہوگی'' میرے معزز قارئین کرام اگر آپ اس قول کی روشنی میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی قرآن وسنت کے مطابق نہایت مختصر، سیدھی سادی، فرقہ بندی سے پاک تعلیم کا جائزہ لیں تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ سلسلہ روحانی فیض اور قلبی توجہ کے طریقہ اصلاح کو رواج دینے کیلئے ہی بنایا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے توحیدی بھائی اسی کو بروئے کار لا کر چراغ سے چراغ روشن کرتے چلے جا رہے ہیں اور اصلاح کے کام میں پیش رفت ہو رہی ہے۔

رُوحانی قوت کا حصول

1۔ذکر کی اہمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں اصلاح کے کام کی بنیاد روحانی قوت پر رکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِس کے حصول کو اولین ترجیح دی گئی ہے اور اس کیلئے ہر بھائی کو پاس انفاس کے طریقہ پر کثرتِ ذکر کی تلقین کی جاتی ہے۔ یعنی ہر سانس سے جو باہر نکلے یا اندر آئے لفظ ''اللہ'' دل میں کہا جائے۔ آواز نکالے بغیر مگر بے خیالی اور بے پروائی سے نہیں بلکہ جب بھی دِل اللہ کہے تو محبت کے ساتھ اللہ کا خیال بھی آئے کہ میرے اندر، باہر، فضا میں اور کائنات کے ہر ذرہ میں وہ موجود ہے اگرچہ نظر نہیں آتا۔ اور یہ خواہش پیدا کرو کہ وہ نظر آجائے۔ اِس کے ساتھ ہی روزانہ **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه** کا ذکر نفی اثبات کے طریقہ پر رات کی نمازوں میں سے کسی ایک کے بعد کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ ہر روز ایک ہزار مرتبہ درود شریف کا ورد بھی بتایا جاتا ہے

اِس تعلیم پر با قاعدہ اور دل جمعی کے ساتھ عمل کیا جائے تو اِس سے حسب ذیل فوائد اور اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(ا) پہلا فائدہ جو سالک کو پہنچتا ہے وہ اطمینان قلب کا حصول ہے۔ یہ دولت بے قیاس تھوڑے ہی عرصہ میں حاصل ہو جاتی ہے۔

(ب) دوسرا فائدہ یہ کہ اسی ذکر سے وہ برقی حرارت قلب میں پیدا ہوتی ہے جس کو روحانی طاقت کہا جاتا ہے اور اِس حرارت سے وہ کیف وسرور سالک کو حاصل ہوتا ہے جو دُنیوی حرام شراب پینے والوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتا۔

(ج) تیسرا فائدہ یہ کہ ذکر کے سرور میں سالک اپنی منزل مقصود کا راستہ سالوں کی بجائے مہینوں میں طے کرتا چلا جاتا ہے اور تھکتا نہیں۔

(د) چوتھا فائدہ تو یہ ہے کہ اِسی ذکر کے ذریعہ سے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ اور جوں جوں اِس ذکر کی پختگی پیدا ہوتی ہے یہ تعلق گہرا اور قوی سے قوی تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

2۔ توکل علی اللہ

یہ بات ہر بھائی کو یاد رکھنی چاہیے کہ ذکر کا حسب دلخواہ فائدہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ دنیا کے تمام تفکرات و آلام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے بےفکر ہو جائیں کہ جو کچھ اس کو کرنا ہے وہی ہوگا۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اچھا ہی ہوتا ہے اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے۔ ہماری گذشتہ زندگی میں بھی وہی ہوا جو اللہ نے چاہا۔ اور آئندہ بھی جو وہ چاہے گا وہی ہوگا۔ ہم تقدیر کو عمل سے مانتے ہوئے اپنی پوری کوشش کرتے رہیں گے لیکن نتائج کیلئے پریشان ہرگز نہیں ہونگے۔ اللہ تعالیٰ نے جو انگنت نعمتیں ہمیں دے رکھی ہیں انکے لئے ہمیشہ اِس کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے اور کبھی بھی اپنے خالق و مالک کا گلہ اور زمانے کا شکوہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی کبھی تقدیر کا رونا رونا چاہیے۔ ہر وقت خوش رہا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ نیک گمان رکھو اور اس کی تائید ونصرت کا

یقین رکھو اور اسکی ذات پر توکل رکھو کہ توکل پر ہی اعلیٰ روحانی درجات کا انحصار ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ (المائدہ: 23)

''اور اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو''۔

اللہ تعالیٰ پر توکل کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اِس بات کا دِل سے یقین کرے کہ سارا حکم اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے وہی ہوگا اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہوگا۔ وہی نفع ونقصان کا مالک ہے۔ وہی عطا کرنے والا ہے۔ ساری حرکت اور طاقت اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے۔ توکل علی اللہ ہی سے انسان کو غم سے آزادی اور دائمی مسرت نصیب ہوتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کو فرمایا ''اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں۔ یہ کہ اللہ کو یاد رکھو وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد رکھو تم اِسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب تم مانگو تو اللہ ہی سے مانگو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔ اور یہ یقین جانو کہ اگر پوری دنیا والے تمہیں نفع پہنچانے کیلئے جمع ہو جائیں تو تمہیں اتنا ہی نفع پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے۔ اور اگر ساری دنیا والے تمہیں نقصان دینے پر تل جائیں تو اتنا ہی نقصان پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے۔ قلم اُٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں''۔ (مسند احمد)

3۔ قطع ماسواء اللہ اور تسلیم ورضا

اُوپر دی گئی حدیث مبارکہ کے مطابق مطلوبہ کردار پیدا کرنے کیلئے آپ کو رجائیت، قطع ماسواء اللہ اور تسلیم ورضا کا مجاہدہ کرایا جاتا ہے۔ قطع ماسواء اللہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں رہتے اور دنیا کے تمام کام کرتے ہوئے دنیا اور اس کی کسی چیز سے دِل نہ لگاؤ اور اللہ سے کسی وقت اور کسی حال میں غافل نہ رہو۔ بُرے بھلے، موافق اور مخالف جو کچھ بھی حالات پیش آئیں سب کو اللہ کی طرف سے سمجھو اور سب پر خوش رہنا سیکھو اور ہر حال میں اللہ سے محبت بڑھاتے چلے جاؤ۔

قبلہ حضرتؒ نے رجائیت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ سب کو رجائی (optimist) بننا چاہیے۔ یعنی ہر حالت میں خوش اور پر امید رہنا چاہیے۔ بے حوصلگی اور مایوسی کو قریب بھی نہیں آنے دینا چاہیے۔ ہر انسان کے قلب سے ٹرانسمیٹر کی طرح لہریں نکل کر فضا میں منتشر ہوتی رہتی ہیں۔ جس آدمی کا قلب نیکی، پارسائی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے طاقتور رہتا ہے۔ جو قرآن کریم کے حکم کے مطابق ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ نہ کسی سے ڈرتا اور نہ ہی خوف کھاتا ہے۔ جو بڑے سے بڑے صدمے کا اپنے قلب پر اثر نہیں ہونے دیتا اور جو کبھی رنجیدہ اور مایوس نہیں ہوتا۔ مختصراً یہ کہ جو رجائی ہوتا ہے اس کی یہ لہریں نہایت طاقتور اور تیز رفتار ہوتی ہیں۔ ایسا آدمی جو اپنے دل میں کسی دوسرے شخص کے متعلق خیال کرے کہ وہ فلاں فلاں کام کرے اور فلاں فلاں باتیں چھوڑ دے تو اِس کا خیال لہروں کے ذریعے فوراً مرسل الیہ کے دماغ تک پہنچتا ہے اور اُس کے خیالات کو بدل دیتا ہے۔ اور وہی کچھ کرنے لگتا ہے جو لہریں بھیجنے والا چاہتا ہے۔ اِسی طاقت کو توجہ کہا جاتا ہے۔ جو لوگ قنوطی (PESSIMIST) ہوتے ہیں ان کے قلب ہر وقت رنج و الم اور رحمت خدا سے مایوسی کے سبب نہایت کمزور ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی لہریں بھی کمزور ہوتی ہیں اور کسی کے دماغ پر اثر نہیں کر سکتیں۔ ان کو نہ کوئی عزیز رکھتا ہے اور نہ اِن کا کہنا مانتا ہے۔ وہ ہمیشہ پریشان اور ناکام و نامراد رہتے ہیں۔ اب آپ کی مرضی ہے کہ رجائی بن کر خوشی، خوشحالی اور کامیابی کی زندگی بسر کریں یا قنوطی بن کر ناکام و نامراد رہیں۔ ہمیشہ خوش رہنے میں جو مشکلات ہماری راہ میں حائل ہوتی ہیں ان پر قابو پانے کیلئے مرشد کاملؒ نے جو نسخے تجویز فرمائے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں اور ان سے فائدہ اُٹھائیں۔

موجودہ دور کی سب سے بڑی رکاوٹ ہوسِ زر ہے یعنی مال و دولت کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی طلب ہے۔ مال کی جستجو میں انسان اِس طرح اُلجھ چکا ہے کہ اسے مآل یاد ہی نہیں رہا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ ہر اُمت کیلئے ایک فتنہ تھا اور میری اُمت کیلئے فتنہ مال ہوگا۔ یہ ایسا فتنہ ہے جس کی خاطر بڑے بڑے پارسا دین و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

عصر حاضر ہے ملک الموت ترا جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکر معاش
اِس جنوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا
جو خرد کو کہتا تھا کہ بہانے نہ تراش

میں یہ بات اکثر بھائیوں سے دہراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں روٹی کھانے کیلئے دی تھی لیکن افسوس کہ روٹی ہمیں کھا گئی ۔اِس کی ہوس نے ہمارے دل مردہ کر دیئے اور روحیں گھائل ہو چکی ہیں ۔ ہر آدمی مادی آسائشوں کا غلام بن کر رہ گیا ہے اور دولت کی دیوی کی پرستش اپنے عروج پر ہے ۔قبلہ حضرتؒ کا فرمان ہے کہ عسرت و غربت کی رکاوٹ کا علاج قناعت ہے ۔ قناعت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے تم کو دے رکھا ہے اِس پر تمہارا دل خوش رہے ۔ بظاہر یہ بات بالکل ناممکن نظر آتی ہے کہ غربت و نکبت میں بھی انسان ایسا ہی رہے جیسے دولت و ثروت میں رہتا ہے لیکن فکر صحیح اور مشاہدہ وسیع سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بات ناممکن تو کیا کچھ زیادہ دشوار بھی نہیں ہے ۔ کسی دانشور کا قول ہے کہ خوشی تو ذہن کی ایک کیفیت کا نام ہے جس کا مادی اسباب اور ماحول پر انحصار نہیں ہوتا ۔پھر قرآن کریم میں یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نپا تلا رزق دیا ہے اور کسی کو بے حساب عطا فرمایا ہے ۔اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کسی کے پاس جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے ۔تو اے سالکان راہ خدا تم خدا کی مرضی پر خوش کیوں نہیں رہتے اور اس کی مرضی کو اپنی مرضی کے تابع کیوں کرنا چاہتے ہو۔

عسرت و غربت سے بد دل ہو جانے والوں کیلئے ایک تیر بہدف نسخہ حضور رحمت عالمﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ”جب تم کو اپنی غربت اور زبوں حالی کی شکایت ہو تو اپنے سے کمتر لوگوں پر نظر کرو“ اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ مفلوک الحال اور محتاج لوگوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور اطمینان کی زندگی بسر کریں یا ہمیشہ اونچے والوں کو دیکھ کر جلتے کڑھتے رہیں اور اپنی زندگی کو جہنم بنائے رکھیں ۔حضرت عثمانؓ کا فرمان ہے کہ اللہ کی تقدیر پر راضی رہنا دُنیا کی جنت ہے اور

جس مسلمان نے طمع چھوڑ دی وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ سبحان اللہ! کتنے آسان آسان نسخے ہیں اپنے مالک کی محبت حاصل کرنے کے۔ آپ اللہ سے سچے دل سے راضی ہو جائیں تو وہ بھی آپ سے راضی ہو جائے گا۔ بلکہ ایک حدیث قدسی حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ دنیا میں میرے دیئے ہوئے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے میں قیامت کے دن اِس کے تھوڑے اعمال پر راضی ہو جاؤں گا۔

جو لوگ تعلیم پر عمل کر کے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں اِنکے لئے بانی سلسلہؒ نے دُنیاوی زندگی کی تکالیف کی حقیقت یوں بیان فرمائی کہ "تکلیف دراصل محض ایک خیالی شے ہے جو اپنی حالت کا مقابلہ اپنے سے بہتر لوگوں کی حالت سے کرنے سے محسوس ہوتی ہے۔ اِس کے سوائے تکلیف کے اور کوئی معنیٰ نہیں ہیں"۔ کسی جگہ واصف علی واصف کی ایک بڑی خوبصورت بات پڑھی۔ آپ نے لکھا کہ "غم تمہاری خواہشات اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں تضاد کا نتیجہ ہے"۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف سوچنا ہی تمہارے غم کا باعث ہے۔ تم اِس کی رضا پر راضی رہنا سیکھ جاؤ تو سب غم معدوم ہو جائیں گے۔

4۔ غصہ کی نفی اور قوتِ برداشت

مصلحین کیلئے قوت برداشت کی بھی بڑی ضرورت ہوتی ہے اِس کے بغیر اصلاح کے میدان میں ایک قدم آگے بڑھنا ممکن نہیں۔ اصلاح کرنے والوں کی قدم قدم پر مزاحمت کی جاتی ہے۔ اگر اصلاح کرنے والا بے حوصلہ ہو جائے، ڈر جائے یا اِس کو غصہ آ جائے تو پھر سمجھ لو کہ اصلاح ختم اور جنگ شروع ہوگئی۔ حلقہ توحیدیہ میں تزکیہ اخلاق کیلئے غصہ کو نفی کرنا لازم قرار دیا گیا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ غصہ کی نفی سے ہی قوتِ برداشت پیدا ہوتی ہے۔ تبلیغ کے میدان میں جہاں یقین محکم، عالمگیر محبت اور روحانی قوت آپ کی تلواریں ہیں جن سے دِلوں کے قلعے فتح ہوتے ہیں وہاں قوتِ برداشت آپ کیلئے مضبوط ڈھال ثابت ہوتی ہے جو آپ کو مخالفت، سخت کلامی، درشتی اور گالی گلوچ کے اثرات سے محفوظ رکھتی ہے۔ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ

غصہ آ جائے تو عقل جاتی رہتی ہے۔ اِس لئے جب عقل جاتی ہے تو انسان حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ اِس لئے تم کو لازم ہے کہ غصہ کو بالکل نفی کر دو۔ اگر غصہ کو نفی نہ کرو گے تو تمہارے دل میں سکون کامل پیدا نہ ہوگا اور جب تک سکون کامل پیدا نہ ہو ذکرِ خدا کا اثر دل میں مستقل نہ ہو سکے گا۔ اور جس دل میں ذکرِ خدا کا اثر اور سکون کامل نہ ہو اِس میں اللہ کا جلوہ ہرگز نظر نہ آ سکے گا۔ پس فقر میں کمال پیدا کرنا ہے تو غصہ بالکل نفی کر دو۔ خواہ کوئی تم کو مارے، گالیاں دے، نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تم ہمیشہ اِس کا جواب نرمی اور ملائمت سے دو۔ قبلہ حضرتؒ نے نویں خطبے کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ آپ کو اصلاح کا کام کرنا ہے اِس لئے حلقہ کی تعلیم کے مطابق غصہ بالکل نفی کر دو۔ قلب میں پاس انفاس کے ذریعے روحانی طاقت بڑھاؤ پھر دیکھو کہ تم کتنی جلدی کامیاب ہوتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم سلسلہ توحیدیہ میں صرف اِس لئے شامل ہوئے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کا رسول ﷺ تم سے خوش اور راضی ہو جائے۔ تم نیک بن جاؤ اور دین و دنیا میں سرخرو ہو جاؤ۔ تم خود اپنی اصلاح کرو اور دوسرے مسلمانوں کی خدمت اور اصلاح بھی کر سکو۔ لیکن اِن تمام باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں ہو سکتی جب تک تم میں صبر اور قوت برداشت کا مادہ بدرجہ اولیٰ پیدا نہ ہو جائے۔ اِس لئے قوت برداشت بدرجہ کمال پیدا کرنے کی کوشش کیا کرو اور کبھی ہمت نہ ہارو۔ بندہ مومن اگر کبھی کسی مقصد کے حصول میں ناکام ہو جاتا ہے تو پھر بھی حوصلہ نہیں ہارتا۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیات اِس کیلئے وجہ اطمینان بن جاتی ہیں:۔

''عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے مضر ہو، اللہ بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''(بقرہ۔216)

''نہ تو زمین پر کوئی حادثہ ہوتا ہے نہ ہی تم پر کوئی مصیبت آتی ہے مگر قبل اِس کے کہ وہ واقعہ ہو ہم نے اِسے کتاب میں لکھ رکھا ہے''۔(الحدید۔23)

''آپ فرما دیجئے کہ ہمیں کوئی مصیبت پہنچ ہی نہیں سکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھی ہے''۔(توبہ۔51)

قبلہ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اب تم کو سوچنا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت ہمارے نام پہلے ہی سے لکھ رکھی ہے تو اس پر گھبرانا، رنج کرنا، مایوس ہونا، انتہائی ناشکری، کفرانِ نعمت بلکہ ایک قسم کی بغاوت ہے۔ اگر تم اللہ کی طرف سے آنے والی مصیبتوں کو نعمت سمجھ لو تو تم کو دائمی مسرت جیسی نعمت حاصل ہو جائے جو کہ کروڑوں اور اربوں روپے میں بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

ہر انسان کی زندگی میں اونچ نیچ اور اچھے برے حالات آتے ہی رہتے ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔مکہ کی زندگی کے دوران کفار نے جو سلوک آپ کے ساتھ کیا اِس کی تفصیل پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔حضور ﷺ کا ایک دوسرا پہلو بھی قابلِ غور ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کن مراحل حیات سے گزارا، آپ ﷺ ابھی شکم مادر میں تھے کہ شفیق باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ جب ہوش سنبھالا اور چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مہربان ماں کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ پھر دادا نے اپنے سایہ عاطفت میں لیا تو وہ بھی جدا ہو گئے۔ آپ ﷺ کے چچا نے آپ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا تو وہ بھی اِنتقال کر گئے اور چند دن بعد ہی تابع فرمان اور جاں نثار بیوی کا ساتھ بھی چھوٹ گیا اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی تو بیٹیوں کو زندہ رکھا لیکن بیٹوں کو اپنے پاس بلا لیا۔ مصائب کے یہ پہاڑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالے گئے۔ سن دس نبوت جس میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب اور اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال ہوا۔ اِسے آپ ﷺ نے عامُ الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تو میں اور آپ کس کھاتے میں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے محبوب شہر مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ میں بھی کونسا آرام ملا۔ وہاں کے دس سالہ دور میں اسی (۸۰) سے زیادہ جنگی مہمیں پیش آئیں۔ جن حجروں میں اُمہات المومنین رہائش پذیر تھیں اِن کی شان و شوکت سے آپ سب واقف ہیں۔ چھت پر کھجوروں کے پتے ڈالے گئے تھے اور اُونچائی اتنی تھی کہ ہاتھ سے چھو سکتے تھے۔ دروازوں پر کواڑ یا کپڑے کا پردہ پڑا ہوتا تھا۔ گھر کا سامان انتہائی مختصر تھا اور کئی کئی دن گھر میں چولہا نہ جلتا تھا۔

یہ شہہ لولاک ﷺ کا آستانہ تھا۔لیکن ہماری ہوا وہوس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ ہمارے غریب خانے عجیب وغریب قسم کی آسائشوں سے بھرے پڑے ہیں لیکن مکینوں کو پریشانیوں نے گھیر رکھا ہے اور ہماری حالت اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان کے عین مطابق ہے کہ" جس نے ہماری یاد سے منہ موڑا اِس کیلئے تنگی کا جینا ہوگا"۔دِلوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور حضور پرنور ﷺ کا پیار مفقود ہے اِس لئے دنیا کا ہر غم موجود ہے۔دل اللہ کے ذکر سے خالی تھے اُن میں دنیا کے افکار گھس گئے۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اِن گذارشات سے مقصود صرف یہ ہے کہ آپ اللہ کے فقیروں کا سا اندازِ فکر اور طرزِ حیات اپنائیں کیونکہ آپ سب نیک اور بزرگ بلکہ ولی اللہ بننے کی نیت سے سلسلہ توحیدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔اگر عوام ہی کا سا اخلاق رکھنا ہوتو پھر کسی سلسلہ فقر میں شامل ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ہم سب کو چاہیے کہ ہمیشہ خوش رہنے کی عادت ڈالیں۔ راضی برضا رہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھیں تاکہ خود بھی غم دنیا سے نجات پائیں اور دوسروں کو بھی اِس سے نکلنے کی راہ دکھا سکیں۔دِلوں کو کثرت ذکر اور توکل علی اللہ ہی سے حیاتِ نو عطا ہوتی ہے اور اگر یہ تعلق کمزور ہوجائے تو خوف اور نا اُمیدی دلوں کو گھیر لیتے ہیں اور دِل طرح طرح کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔

ہمارے ہادی ومرشد نے جو ہمیں تعلیم دی وہ قرآنِ حکیم اور سنت رسول کریم ﷺ کے عین مطابق اور دنیا وآخرت میں یقینی کامیابی کے حصول کی ضمانت ہے۔آپ نے اپنے ساتویں خطبے کے اِختتام پر سات نکات پر مشتمل لائحہ عمل ہمیں عطا فرمایا اِس کی یاددہانی بہت ضروری ہوچکی ہے۔آپ نے فرمایا کہ آج کی صحبت میں مجھے آپ سے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ:۔

(۱)۔خلوص ومحبت کے ساتھ سلسلہ کی تعلیم پر پوری پابندی سے عمل کرتے ہوئے پہلے کی نسبت اور زیادہ شوق اور جوش سے عمل کرو،عمل کرو اور عمل کرتے رہو۔

(۲)۔اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی اِصلاح کرو۔

(۳)۔دُنیوی ترقی کیلئے نئی نئی راہیں نکالو اور ان پرعمل کرو۔

(۴)۔خلقِ خدا کی خدمت کرو اور سب کے ساتھ محبت سے پیش آ ؤ۔

(۵)۔کتنی ہی تکلیفیں اور مصیبتیں آن پڑیں مایوس اور اُداس مت ہو۔ ہمت نہ ہارو اور ہمیشہ خوش رہا کرو۔

(۶)۔دِل میں اللہ کو بسائے رکھو اور ہاتھ پاؤں، آنکھوں، کانوں اور زبان کو خدمت خلق میں لگائے رکھو۔

(۷)۔یہی دائمی مسرت اور حقیقی زندگی کا راز ہے۔ مرتے دم تک کام کرتے رہو اور اللہ کی یاد میں مر جاؤ۔ تمہیں کیا خبر یہ کتنا بڑا کام ہے اور مرنے کے بعد اِس کا کیا انعام ملے گا۔

اِن سات جواہر پاروں کو اگر آپ سعادت بھری زندگی کے سات ستون سمجھ لیں اور ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خصوصی رحمت سے آپ کو وہ سب کچھ حاصل ہو جائے گا جس کیلئے آپ سلسلہ توحیدیہ میں شامل ہوئے۔

اِصلاح کا طریق کار

اِنسانوں کی تاریخ میں کبھی بھی ایسا دور نہیں آیا جب اِصلاح کے کام کی ضرورت باقی نہ رہی ہو۔ مختلف ادوار میں معاشروں میں بگاڑ کی صورتیں بھی علیحدہ علیحدہ تھیں اور اِن کے حالات کے مطابق اِصلاح کا کام ہوتا رہا ہے اور اسے مسلسل ہوتا رہنا چاہیے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ میں یہ تاکید فرمائی گئی ہے کہ اِصلاح کا مبارک کام اپنی اپنی قوت اور اختیارات کے مطابق ہر سطح پر ہونا چاہیے۔ ابی سعید بن خُدریؓ نے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ''جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اُس پر قدرت ہو کہ اِس کو ہاتھ سے بند کر دے تو اِس کو بند کر دے۔ اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے روکے۔ اگر اتنی بھی

قدرت نہ ہو تو پھر دل سے اِسے بدلنے کی کوشش کرے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

منکرات یعنی برائیوں کو روکنے کا یہی بہترین طریقہ ہے۔ ایک اسلامی ملک میں حکومتی ادارہ کے پاس قوت نافذہ ہوتی ہے اِس لئے یہ امر اس کے بنیادی فرائض میں سے ہے کہ نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔ اِس کے ساتھ ساتھ صوفیا کا بھی فرض ہے کہ زبانی وعظ اور روحانی و قلبی توجہ سے اِصلاح کا کام کرتے رہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اِنسانیت سازی اور آدم گری کا یہ اہم ترین کام کسی بھی سطح پر کماحقہٗ نہیں ہو رہا جسکا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت میں ڈوبے ہوئے، موت کے خوف سے لرزاں و ترساں بے کردار مسلمانوں کا ہجوم ستاون نام کے اِسلامی ممالک میں محوِ خواب ہے اور اہلِ عشق و محبت اور صاحبِ کردار خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ ملتِ اِسلامیہ کی اِس حالتِ زار اور اخلاقی زوال کی اصلاح کی خاطر ہی حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے روحانی اِصلاح کی تحریک سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے نام سے شروع کی۔ آپ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"آپ کے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے۔ اِس کو معمولی کام نہ سمجھئے۔ یہ کام لوگوں کے مشرکانہ عقائد کی اصلاح کا کام ہے اور ہر انسان اپنے عقائد کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے اور اِصلاح کرنے والوں کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے۔ قدم قدم پر مقابلہ کرتا ہے اور رکاوٹیں ڈالتا ہے۔ اچھی طرح یاد رکھئے کہ آپ کو صرف عقائد ہی کی اصلاح نہیں کرنی بلکہ اِن بیہودہ و فرسودہ رسوم کو بھی مٹانا ہے جو ہمارے معاشرہ کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہے۔ میں نے آپ کو پہلے ہی بتا اور سکھا رکھا ہے کہ اِصلاح کے کام میں زور، ظلم اور زبردستی سے کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی بلکہ کامیابی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے یعنی حکمت اور حسنِ تدبیر اور نصیحت سے ہی ہوتی ہے اور سو فیصد ہوتی ہے ظاہر ہے کہ عوام بلکہ اچھے اور اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ بھی اِس فرمودہ خدا پر عمل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اصلاح کرنے کیلئے تو ایک اعلیٰ کردار اور مخصوص صفات رکھنے والے اِنسانوں کی ضرورت ہے۔ میں نے آپ کو اِنہی لائنوں میں تعلیم دی ہے اور ہمارے حلقہ کے کافی آدمی اِسی کردار کے مالک اور اِن صفاتِ اعلیٰ سے موصوف ہیں"۔ (**چراغِ راہ**)

''اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل آیت 125 میں ارشاد فرمایا ہے:۔ **اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ۝** ''یعنی آپ لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور پیاری پیاری نصیحت کر کے بلایئے اور نہایت اچھے طریقے سے بحث کیجئے''۔ اِس کا یہ مطلب ہے کہ جسکی تم اِصلاح کرنا چاہتے ہو اِس کو اس کے کسی عیب کی وجہ سے ہرگز برا بھلا نہ کہو۔ مثلاً کوئی شرابی شراب پیئے ہوئے تمہارے پاس آئے۔ وہ نشے میں ہو اور اِس کے منہ سے بو آ رہی ہو تو یوں مت کہو کہ ملعون، مردود، فاسق، فاجر شراب پیتا ہے۔ چھوڑ اِس بد عادت کو۔ تو دوزخ کا ایندھن بنے گا۔ ایسا کہنے سے وہ بہت برا مانے گا اور آئندہ تم سے کبھی بات نہ کرے گا۔ پھر تم اِس کی اصلاح کسطرح کرسکو گے؟ اِس لئے ایسے موقع پر اِس طرح برداشت کرو جیسے کوئی بات ہی نہیں۔ اُس سے محبت اور شفقت سے پیش آؤ اور کوشش کرو کہ وہ تمہارا دوست بن جائے اور بار بار تمہارے پاس آنے لگے۔ پھر کسی دن جب اِس کے ساتھ اور آدمی بھی موجود ہوں اور تمہاری روحانی کیفیت بھی اچھی ہو تو اِس کی طرف مخاطب بھی مت ہو۔ ایسے بن جاؤ کہ گویا تم جانتے ہی نہیں کہ وہ شراب پیتا ہے۔ پھر دوسرے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر شراب کی برائیاں بیان کرو اور اللہ تعالیٰ اور حضور نبی رحمت ﷺ کے احکام شراب کی حرمت کے متعلق لوگوں کو سناؤ، اِس اِن ڈائریکٹ تقریر اور نصیحت کا اثر اس پر یقیناً اور شرطیہ ہو گا۔ اور اگر پہلی ہی مرتبہ نہیں تو کم از کم دو چار مرتبہ تمہاری نصیحت سننے کے بعد شراب سے توبہ کر لے گا۔ یہ ہے وہ حسین زبان اور یہ ہے وہ حکمت جو ایسے موقع پر تم کو برتنی چاہیے۔ اِس کے علاوہ اصلاح کیلئے کبھی کسی پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرو۔ اِس کا ہر عیب اور ہر زیادتی برداشت کرو۔ بحث ہرگز ہرگز نہ کرو۔ بحث سے سوائے تضیع اوقات کے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ یوں دلوں میں کدورت آ جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص بحث کرنے پر بہت ہی مصر ہو تو اِس سے نہایت عاجزی سے معافی مانگو اور کہہ دو کہ ہمارے مسلک میں بحث قطعاً منع ہے۔ آپ اپنے مسلک پر

چلتے رہیں ہم خوش ہمارا خدا خوش، لیکن ہم کو ہمارے مسلک پر چلنے دیں۔

آؤ باوجود اس کے ہم آپس میں دوست رہیں۔ یہ سب فروعی باتیں ہیں ان کیلئے دِلوں میں عناد کیوں پیدا کیا جائے۔ مگر یہ تم اِسی وقت کہہ اور کر سکو گے جب کہ تم نے غصہ اچھی طرح نفی کر دیا ہو اور قوت برداشت بدرجہ اتم پیدا ہو گئی ہو۔

ہمارے حلقہ کی تعلیم کے مطابق اصلاح کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ تم لوگوں سے نہایت محبت اور خلوص سے پیش آؤ۔ ظاہری اور بناوٹی محبت نہیں۔ حقیقی محبت کرو جیسا کہ تم کو بتایا اور سکھایا گیا ہے۔ عالمگیر محبت کو اپنا شعار بناؤ۔ اِس لئے جس سے بھی ملو حقیقی محبت کے جذبہ سے ملو۔ اگر کبھی ضرورت پڑے اور تم کو توفیق ہو تو چھوٹی موٹی کوئی خدمت لوگوں کی کر دیا کرو اور دل میں یہ خواہش پیدا کرو کہ اِس شخص کی اصلاح ہو جائے۔ اگر تم دل سے ایسا چاہو گے تو تمہارے قلب سے جو لہریں نکلیں گی اِس کے دماغ کو متاثر کئے بغیر نہ رہیں گی اور وہ رفتہ رفتہ تمہاری ہر بات ماننے لگے گا اور اِسکی اصلاح ہو جائے گی۔ اصلاح ہمیشہ اللہ کے واسطے کرنی چاہیے۔ تمہاری اپنی کوئی ذاتی غرض اس سے ہرگز وابستہ نہ ہو"۔(**چراغ راہ** صفحہ 190-191)

آپ پر یہ حقیقت روشن ہو گئی ہو گی کہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ روایتی پیری مریدی کے ذوق کی تسکین کی غرض سے نہیں بلکہ اِصلاح کا عظیم کام روحانیت کے ذریعے انجام دینے کیلئے قائم کیا گیا ہے۔ یہاں نذرانے وصول کرنے کی غرض سے عقیدتمندوں اور مریدوں کی بھیڑ اکٹھی کرنا مقصود نہیں بلکہ روحانی بزرگ اور مبلغین تیار کرنا مطلوب ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اِسکی مخلوق کے پیار سے سرشار اور انسانیت کی اصلاح و فلاح کی خاطر اپنے مال اور جانیں نثار کرنے والے ہوں۔ اِس لئے اپنے آپ کو پہچانیں، اپنے مشن کی اہمیت کو جانیں اور اصلاح اُمت کے عظیم کام میں اپنی جانیں گھلا دیں۔ مرشد کاملؒ نے دوسرے خطبہ میں سلسلہ کی تعلیم اور اِس کی انفرادیت کو اچھی طرح سمجھنے اور دل و جان سے اِس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"میرے خیال میں اتنی بات سبھی جانتے ہیں کہ انسان کی تمام شرافت اور ساری بڑائی اِس

اصول پر منحصر ہے کہ وہ جن باتوں کو خود اپنی مرضی اور خوشی سے اپنے اوپر لازم کر لے اُن پر دل و جان سے عمل کرے اور کتنی رکاوٹیں راہ میں حائل کیوں نہ ہوں سب کو ٹھکراتا ہوا آگے بڑھتا چلا جائے۔ جو فردیا جماعت ایسا نہیں کرتی وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ آج کے خطبہ میں میری سب سے بڑی نصیحت آپ کو یہی ہے کہ آپ عمل کرنے کی عادت ڈالیں اور یاد رکھیں کہ عمل زندگی ہے اور بے عملی موت"۔(**چراغ راہ** صفحہ 27)

تصحیح

مجلّہ فلاح آدمیت کے شمارہ مارچ میں مضمون نقوش ومہر و وفا صفحہ نمبر 10 میں سورہ القلم کی آیت نمبر 4 کی بجائے آیت نمبر 58 سہواً تحریر ہوگئی ہے

مزید **لعلی خلق عظیم** کی بجائے **علی خلق عظیم** تحریر ہوگیا ہے

ادارہ معذرت خواہ ہے

دعائے مغفرت

چیچہ وطنی سے بھائی چودھری محمد حسین کی شریک حیات اور داماد

ڈسکہ سے بھائی جمشید صاحب کی خالہ

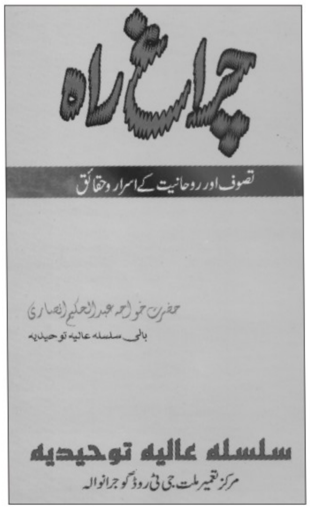
راولپنڈی کے جنرل عبدالرحمٰن صاحب

بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

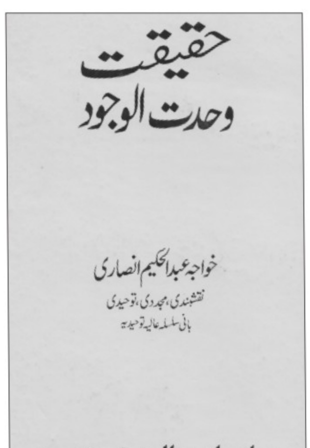
اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

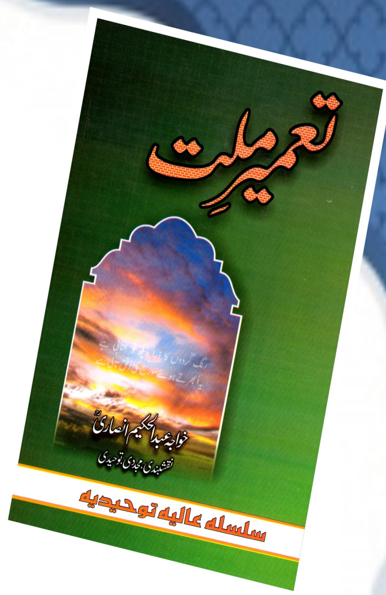


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

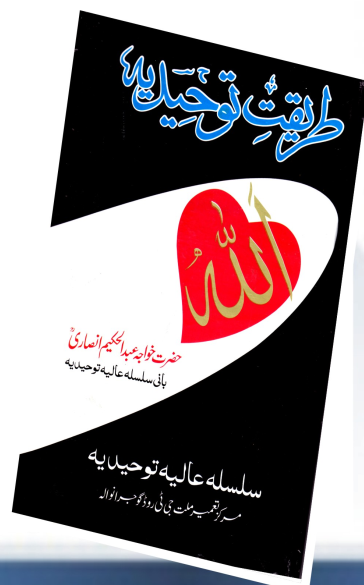


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com